ماہنامہ مجلہ

# حیاتِ نو

بلریا گنج

حقیقی انصاف تو صرف قادرِ مطلق ہی کر سکتا ہے۔

سپریم کورٹ آف انڈیا

راشٹریہ سہارا (۱۰ اپریل ۲۰۰۲ء)

ماہنامہ مجلہ

# حیات نو

بلریاگنج

| | | |
|---|---|---|
| جلد نمبر ۱۸ | محرم وصفر ۱۴۲۲ھ<br>مارچ/اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ ۳۔۴ |

**مدیر مسئول**
ابوالمکارم ازہری

**معاون مدیر**
انیس احمد فلاحی مدنی

☆ سالانہ زرتعاون: ۹۰ روپے
☆ خصوصی زرتعاون: ۲۰۰ روپے
☆ بیرون ملک: ۲۵ر امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لیے: ۸۰ روپے
☆ اعزازی زرتعاون: ۱۰۰۰ روپے
☆ اس شمارہ کی قیمت: ۹ روپے

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد از جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

**ترسیل زر کا پتہ**

ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح
بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱
Phone:05466-25115

# نقوش حیات نو


○ اداریہ

وطن سے محبت اور اسکے تقاضے — انیس احمد — ۳

○ ہدایت کے چراغ

احنف ابن قیس — ابو جیس ندوی — ۲

○ مقالات

خروج دجال — یوسف ابن عبد اللہ ابن یوسف — ۱۵

○ بحث ونظر

مغربی میڈیا اور مسلم دنیا — محمد ایوب منیر — ۲۱

حکومت الٰہیہ کی ذمہ داریاں — مفتی کلیم رحمانی — ۲۸

○ مذاہب عالم

ہندو دھرم کے عائلی قوانین — انیس احمد فلاحی — ۳۵

○ تعارف وتبصرہ

مراٹھی نامہ — ابو عبد الرحمٰن عمار فلاحی — ۴۱

○ جامعہ کے لیل ونہار

نووارد ان بساط انجمن — ادارہ — ۴۳

جمعیۃ الطلبہ کا نیا انتخاب

کلیۃ البنات میں کمپیوٹر سینٹر کا قیام

شعبہ اعلیٰ نسواں میں فرنیچر

جناب ماسٹر منور علی صاحب نگران اعلیٰ

ششماہی امتحان

اظہار تعزیت

○ روداد انجمن

قطر یونٹ کا انتخاب — ۴۷

ممبئی یونٹ کی نشست

شوریٰ انجمن طالبات قدیم کا اجلاس




اداریہ

# وطن سے محبت اور اسکے تقاضے

انیس احمد فلاحی

ہمارے وطن کا ایک طبقہ مسلمانان ہند کی وطن سے محبت اور وفاداری کو مشکوک قرار دیتا رہا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حالیہ حملوں کے بعد شک کا یہ دائرہ گمبھیر رخ اختیار کرتا جارہا ہے۔ جبکہ مسلمانان ہند کی وطن عزیز سے محبت عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہے۔ سرزمین ہند کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس کا شاہد ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں کھانے پینے، رہنے سہنے اور دوسرے عام معاشرتی طریقوں میں ترقی دی۔ یہاں پھیلے ہوئے بے ہودہ رسوم اور توہمات کا زور کم کیا۔ فن جنگ کو بھی کافی ترقی ہوئی، توپ اور بارود کو رواج ہوا۔

علم النجوم، طبابت اور خاص کر تاریخ وجغرافیہ کا عام ذوق پیدا ہوا باغبانی اور زراعت کو بڑھاوا ملا۔ لسانی تنوع کے لحاظ سے وطن عزیز حسین ودلنشین اردو زبان سے مزید مالامال ہوا۔

وطن سے محبت ووفاداری تو دین وشریعت کا حکم ہے اور فطرت کا تقاضہ بھی تو آخر مسلمانوں کو اپنے وطن سے محبت کیوں نہ ہوگی۔ اس ضمن میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

۱: "لما خرج رسول من مكه توجه الى البيت و قال والله انك لأحب ارض الله الى و انك لأحب ارض الله الى الله و لولا ان هلك اخرجوني منك ما خرجت" (رواہ احمد والترمذی وصححہ)

"جب آپ ﷺ مکۃ المکرمہ سے نکلنے لگے تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے مکہ کو یوں الوداع کہا: خدا کی قسم اے ارض مکہ تم میرے نزدیک سب سے محبوب ترین جگہ ہو اور خدا کے نزدیک بھی تو اسکی زمین میں سب سے محبوب جگہ ہے اگر تیرے باشندوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں نہ نکلتا"۔

۲: بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ کو مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اپنے وطن عزیز مکۃ المکرمہ کو دیکھنے کی شدید خواہش ورغبت پیدا ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ان الذي فرض عليك القرآن، لرادك الى معاد"۔ (سورۃ قصص ر ۸۵)

"جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ ضرور آپ کو مکۃ المکرمہ لوٹائے گا"۔

۳ : "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت قال النبي ﷺ : اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد" (رواہ البخاری)

عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بار یوں دعا مانگی اے خدا ہمارے لئے مدینہ کو بھی محبوب بنا جتنا مکہ ہے یا اس سے بھی زیادہ۔

۴ : انسؓ سے مروی ہے کہ آپ جب سفر سے تشریف لاتے اور آپ کی نگاہیں مدینہ منورہ کی دیواروں پر پڑتیں تو فرطِ محبت سے آپ اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔ (بخاری شریف ۹۸/۴، رقم: ۱۸۸۶)

۵ : اصیل الغفاری جب مدینہ تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ نے ان سے مکہ کے احوال و کوائف بیان کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا:

"اخضرت جنباتها، و ابيضت بطحاؤها و اغدق اذ خرها و انتشر سلمها"

مکہ کے گوشے سرسبز و شاداب ہو گئے ہیں۔ اسکے نالے سفید ہو گئے ہیں، اسکی گھاسیں ہری بھری ہو گئیں ہیں، اسکی سلامتی منظر ہو گئی ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو اے اصیل مزید رنجیدہ نہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ويها يا اصيل تدع القلوب تقر" بس کرو اے اصیل دلوں کی دھڑکنوں کو ساکن ہونے دو۔

۶ : مدینہ منورہ ہجرت کے بعد بلال حبشیؓ کو جب وطن کی یاد آئی تو انہوں نے اسے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

" الا ليت شعري هل ابيتن ليلةً ☆ بواد و حولي اذخر و جليل
و هل اردن يوماً مياه مجنة ☆ و هل يبدون لي شامة و طفيل

غور کیجئے جب وطن سے محبت ہمارے حبیب مصطفیٰ ﷺ کا اسوہ ہے تو آخر مسلمان اپنے رسول کے اس اسوہ پر عمل کیوں نہ کریں گے۔ جس سرزمین پر انسان پیدا ہوا، جسکی گلیوں میں اس نے اپنا بچپن گزارا ہو، جسکی دہلیز پر وہ جوان ہوا ہو، جسکے آب و دانہ پر اس نے زندگی گزاری ہو، کیا اسکو اس سرزمین سے محبت نہ ہوگی۔

وطنِ عزیز پر جب انگریزوں کا قبضہ ہوا تو کیا مسلمان مضطرب و بے چین نہ ہوا تھے۔



کیا اس وطن کو آزاد کرانے کے لئے انھوں نے ہر طرح کی قربانیاں نہ دیں۔ ۱۸۵۷ء میں پہلی جنگِ آزادی کے موقعہ پر کیا ۹ ہزار علماء کرامؒ کو جنگِ آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے درہ خیبر سے ملتان کی شاہراہوں پر تختۂ دار پر لٹکایا نہ گیا۔ کیا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کو آزادیٔ ہند کی سعی و کوشش کے جرم میں مالٹا کی جیل میں اسیر نہ کیا گیا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کے بیج بونا، کشیدگی اور تناؤ کا ماحول پیدا کرنا، گنگا جمنی تہذیب کے نشانات کو مٹانا، اقلیتی فرقوں کے معابد و معاہد اور درگاہوں کو مسمار کرنا کیا وطن سے محبت ہے۔ یاد رکھئے ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ایکدوسرے کے تمدن و معاشرت اور خیالات اور دیگر اثرات سے اس قدر متاثر ہوئی ہیں کہ اب اگر کوئی چاہے کہ ان اثرات کو مٹادے تو نا ممکن ہے، گویا قسمت میں یہ بدا تھا کہ یہی دونوں قومیں اس ملک کی وارث ہوں گی۔ اور اسکی قسمت انہیں دونوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ انکی ایکتا میں وطن کی بہبودی و فلاح اور ترقی و عروج ہے اور انکی پھوٹ میں اسکی ذلت و خواری و نکبت و غلامی ہے۔

خدا کی قسم اگر یہ دونوں قومیں نفسانیت اور خود غرضی کو چھوڑ دیں اور تھوڑا سا جبر اور تھوڑا سا صبر اختیار کریں تو انکے اتحاد کی بدولت ایک ایسے تمدن کی بنیاد قائم ہو جائے اور یہ خود ایک ایسی قوت بن جائیں کہ اسکی نظیر نہ ہو اور ایک دنیا انکے قدموں تلے ہو۔

## فارم نمبر ۴

### ماہنامہ مجلہ "حیاتِ نو"

| | | |
|---|---|---|
| مقامِ اشاعت | : | بلریاگنج، اعظم گڑھ |
| وقفۂ اشاعت | : | ماہنامہ |
| مالک | : | انجمن طلبۂ قدیم، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ |
| پرنٹر و پبلشر | : | ابو الکلام، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ |
| ایڈیٹر | : | ابو الکلام، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ |

میں ابو الکلام پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا وضاحتیں میرے علم و اطلاع کے مطابق صحیح ہیں۔

ہدایت کے چراغ

# احنف بن قیس

ابو عمیس اروی

موسم بہار کی آمد آمد تھی، دمشق کے خوبصورت باغات شادابی بہار کے گیت گا رہے تھے قصر خلافت میں آنے والے وفود کے استقبال میں تختہ گل فرش ہو گیا تھا، امیر المومنین امیر معاویہؓ نے وفد کے پہلے شخص کو حاضر دربار ہونے کی اجازت دی تو ان کی ہمشیرہ ام حکم بنت ابو سفیان پردے کی آڑ لیکر بیٹھ گئیں تاکہ دربار خلافت میں ہونے والی عاقلانہ گفتگو سے اپنے دل کی آنکھ روشن کر سکیں، وہ خود بھی بڑی دانا ہوشمند اور بالغ نظر تھیں۔ ام حکم نے دیکھا کہ ان کے بھائی نے پہلے شخص کے استقبال میں بڑی سرد مہری کا مظاہرہ کیا اور اسکو مخاطب کر کے ترش روئی سے کہا:۔ احنف! صفین میں ہم سے کٹ کر تم جب علیؓ کی فوج میں شامل ہوئے تو میرا دل شق ہو گیا، ایسا لگا کہ میں مر جاؤں گا اس نے پلٹ کر جواب دیا:

معاویہ! سن لو ہمارے سینوں میں اب بھی وہی دل دھڑکتا ہے جو تمہاری نفرت سے سلگ رہا تھا ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلوار ہے جس نے تمہارے سروں کی کھیتیاں کاٹی تھیں اگر جنگ کے لیے تم ایک قدم آگے بڑھاؤ تو ہم دس قدم بڑھانے کا حوصلہ رکھتے ہیں اگر تم سبک رفتاری سے میدان کارخ کرو تو ہم اچھل کود کر میدان کارزار میں صف آرائی کا دل وجگر رکھتے ہیں۔ نہ تمہاری داد ودہش کی ہمیں تمنا ہے نہ تمہاری طاقت وقوت سے ہم خوفزدہ ہیں ہمارا مقصود صرف مسلمانوں کی شیرازہ بندی تھی ہم اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کرنے آئے تھے اتنا کہا اور پھر اپنا رخ لیا۔

ام حکم سے رہا نہ گیا، پردہ اٹھایا اور حیرت بھری نگاہ سے اس شخص کو دیکھا جو خلیفہ کے روبرو اتنی جرأت وبیباکی کا مظاہرہ کر گیا کہ سیر کا سوا سیر تول گیا، انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک پستہ قد ، دھنسی چشم، لاغر بدن کمان جیسی آڑی ترچھی ٹانگوں والا گنجے سر کا آدمی ہے اس کی خلقت میں ہر پہلو سے عیب نمایاں تھا انھوں نے اپنے بھائی سے کہا:

امیر المومنین: یہ کون تھا، جو قصر خلافت میں خلیفہ کو خفیف کر گیا، امیر معاویہ کھڑے ہو گئے ،کہا یہ وہ شخص ہے جس کے تیور دیکھ کر بنو تمیم کے لاکھوں نوجوان اپنی تلواریں بے نیام کر لیتے ہیں جنکی



ایک آواز پر نجد وحجاز کے جانباز سر بکف دوڑ پڑتے ہیں جس کے اشارہ ابرو سے فتح وظفر کی تقدیر رقم ہوتی ہے وہ احنف بن قیس، بنو تمیم کا نامور سردار عرب کا جانباز فاتح۔

قارئین کرام اب آپ کا جی چاہتا ہوگا کہ انکی زندگی کے حالات وواقعات کی کیف آور نبیذ کی جرعہ کشی کا کچھ اور مزہ کیا جائے۔ آیئے انکی کتاب زندگی کی از سر نو ورق گردانی کریں۔ ہجرت کے تیسرے سال قیس بن معاویہ سعدی کے ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام ضحاک رکھا گیا، لیکن اس کے قدم آڑے ترچھے تھے اسلئے اس کو معنوی مناسبت سے احنف کہا جانے لگا، سرزمین نجد احنف کی جائے پیدائش تھی، یتیمی کی حالت میں نشوونما پا کر وہیں جوان ہوئے کمسنی ہی میں ان کے والد فوت ہو گئے، ان کی خوش قسمتی کہ جوانی کی دہلیز پر ابھی قدم نہ رکھ پائے تھے کہ اسلام کا نور ان کے دل ونگاہ کو روشن ومنور کر چکا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے وفات سے چند سال پہلے صحابیؓ کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کیلئے بنو تمیم کے پاس بھیجا انہوں قوم کے سربرآوردہ لوگوں کو جمع کیا اور اسلام کی دعوت پیش کی لیکن سب خاموش ایک دوسرے کا منھ تکتے رہے احنف بن قیس ابھی لڑکے تھے لیکن فیصلہ کن انداز میں اپنی قوم کو جھنجھوڑا۔

میری قوم کے لوگو! بھلائی اختیار کرنے میں پس وپیش کیوں؟ اٹھو فتح وکامرانی کو خوش آمدید کہو، اتنا سننا تھا کہ پوری قوم انکے قدم کی بلائیں لینے لگی اور شیدائے اسلام ہو گئی۔ قوم کے برگزیدہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، احنف ابھی چھوٹے تھے اسلئے حاضر نہ ہو سکے اور اسی لئے شرف صحابیت سے بھی محروم رہے، لیکن رسول اکرم ﷺ کی رضا ودعا سے ان کی کشکول تمنا خالی نہ رہی، انھوں نے اس رضا ودعا کا واقعہ یوں سنایا کہنے لگے: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بیت اللہ کا میں طواف کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا کہا، تمہیں ایک بشارت نہ سناؤں؟ اس نے کہا، تمہیں یاد نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے تمہاری قوم کے پاس اسلام کی دعوت پیش کرنے کیلئے بھیجا تھا میں نے دعوت پیش کی تو تمہاری قوم کی لوگوں نے منھ پھیر لیا۔ اس دن تمہاری برجستہ تنبیہ وتقریر نے سب کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا میں نے یہ بات بارگاہ رسالت میں پیش کی تو لب نبوت سے تمہاری مغفرت کا یہ بشارت نامہ صادر ہوا۔ اللھم اغفر للاحنف، اے اللہ احنف کو بخش دے، یہ سنا تو خوشی سے احنف کا چہرہ دمک اٹھا پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے اپنے

ہر عمل سے زیادہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کی اس دعا پر ناز ہے، قیامت کے دن کا یہی سب سے بڑا سہارا ہے...... احنف بن قیس بڑی بردبار طبیعت کے تھے، بچپن ہی سے وہ بزرگوں کی صحبت میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے قیس بن عاصم منقری کی مجلس حلم میں بھی انکی آمد و رفت تھی کسی نے کہا کہ انکی بردباری کا کوئی واقعہ سنایئے انھوں نے واقعہ بیان کیا "میں ایک بار ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ تلوار حمائل کئے گھر کے صحن میں کچھ عقلا سے محو گفتگو ہیں میں بھی سلام کرکے بیٹھ گیا، ابھی چند لمحے ہی گذرے ہوں گے، کہ ایک ہنگامہ زا آواز سنائی دی، دیکھا کہ کچھ لوگ ایک نوجوان کو انکی مشکیں باندھ کر لا رہے ہیں، اور اسی کے ساتھ ایک مقتول کی لاش بھی۔ ان سے کہا گیا: آپ کے اس بھتیجے نے آپ کے لڑکے کو قتل کر دیا، اتنا بڑا حادثہ لیکن انپر کوئی اثر نہیں ہوا، نہ انھوں نے اپنی بات کاٹی نہ بیٹھک بدلی، صرف اپنے بھتیجے کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

تم نے اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنے ہاتھوں اپنا رشتہ کاٹا، اور تیر اپنے ہی کلیجہ میں پیوست کر لیا، پھر اپنے بیٹے سے کہا، انکی مشکیں کھول دو اور اپنے بھائی کی تکفین و تدفین کا انتظام کرو، اور انکی ماں کو دیت کے ۱۰۰ سو اونٹ دیدو کہ وہ بڑی بے سہارا ہے: احنف بن قیس کو صحابہ کا شرف تلمذ بھی حاصل ہوا حضرت عمرؓ کی صحبت سے انہوں نے زیادہ استفادہ کیا، انکی مجلس میں وہ پابندی سے حاضر باش رہتے، انکے مواعظ سنتے انکے فیصلے اور فتاوٰی پر غور و فکر کرتے چنانچہ فاروقی درسگاہ کے وہی سب سے ہونہار اور لائق و فائق تلمیذ بنکر ابھرے جن پر حضرت عمرؓ کے ذہن و فکر کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت و کردار کا بھی پرتو نمایاں تھا ان سے ایک بار پوچھا گیا، حکمت و دانائی اور عظمت و وقار کے راز آپ نے کس سے پائے؟ انہوں نے کہا حضرت عمرؓ کی ان چند باتوں سے۔

(۱)　مذاق انسان کو بے وقعت بنا دیتا ہے۔

(۲)　جو کام بار بار کیا جائے وہ انسان کی شناخت بن جاتی ہے۔

(۳)　گفتگو زیادہ ہوگی تو غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی۔

(۴)　غلطیاں زیادہ ہوں گی تو حیا بھی کم ہو جائیگی۔

(۵)　حیا کم ہوگی تو پرہیزگاری خاتمہ ہوگا (۶) پرہیزگاری ختم ہوگی تو دل مردہ ہو جائے گا۔

ان سے پھر پوچھا گیا کہ کس کو سردار بنانا لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ



چار باتیں جس میں ہوں گی بالاتفاق لوگ اسکو اپنا امام و سردار بنالیں گے:

(۱)　دینداری، جو اخلاق و معاملات کی محافظ ہے۔

(۲)　خاندانی شرافت، جو شخصی رکھ رکھاؤ کی محافظ ہے۔

(۳)　عقلی رہنمائی، جو احمقانہ لغزشوں سے انسان کی محافظ ہے۔

(۴)　حیا جو سیرت و کردار کی محافظ ہے۔

احنف کی بردباری ضرب المثل تھی ایک بار عمرو بن اہتم نے کسی کو ورغلا کر ان کو ایسی بری گالیاں دلوائیں جنکو سنکر آدمی اپنا آپ بھول جائے لیکن احنف سر جھکائے خاموشی سے گالیاں سنتے رہے، جب گالی دینے والا تھک گیا، اور انپر انکی گالیوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو جھنجھلا کر اپنی انگلیاں کاٹنے لگا اور کہا ہائے بدبختی: انہنے مجھے کسی لائق نہ سمجھا اسی طرح وہ ایک بار بصرہ کی کسی گلی سے تنہا گذر رہے تھے ایک آدمی ان کے درپے ہو گیا، اور غلیظ غلیظ گالیاں لڑھکانے لگا، وہ خاموشی سے اپنی راہ چلتے رہے، جب لوگوں کے قریب پہونچے تو اس شخص سے کہا:

کچھ باقی ہو تو یہیں اگل لو ورنہ لوگ سن لیں گے تو تمہاری شامت آجائیگی۔ حلیم و بردبار ہونے کے ساتھ ساتھ احنف بڑے عبادت گزار، شب زندہ دار اور دنیا و دولت دنیا سے انفور و بیزار تھے رات آتی تو ان کا گریہ شب دیدنی ہوتا۔ کبھی اپنا کوئی گناہ انکو یاد آتا تو انگلی چراغ کے لو پر رکھ کر کہتے: بتا تو نے یہ کام کیوں کیا؟ آج چراغ کی لو کی تپش تیرے لیے ناقابل برداشت ہے تو کل جہنم کے شراروں کو کیوں کر برداشت کر سکے گا پھر کہتے اے اللہ تو بخش دے تو یہ تیری شان کرم ہے ورنہ عذاب جہنم کو تو میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایران کے خلاف علم جہاد بلند ہوا تو احنف بن قیس کے قبیلہ کے جانباز امید ثواب اور شوق شہادت لئے بصرہ پہونچے تا کہ عتبہ بن غزوان کی قیادت میں جو لشکر جہاد ایران کیلئے ترتیب دیا جا رہا تھا اسمیں شامل ہو سکیں احنف بھی ان جانبازوں میں ایک تھے۔

ایک دن عتبہ بن غزوان کو امیر المومنین کا ایک مکتوب ملا کہ لشکر کے دس با صلاحیت، جنگی مہارت رکھنے آزمودہ کار مجاہدین کو میرے پاس بھیجو تا کہ فوج کے حالات و مسائل کی معلومات حاصل کی جائے اور جنگی مہم کے سلسلے میں ان سے رائے و مشورہ بھی کیا جا سکے۔ عتبہ نے دس مردان کارزار

کا انتخاب کیا۔ اور انکو حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ ان منتخب مجاہدین میں احنف بھی تھے۔ یہ لوگ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کی احوال پرسی کی اور عام لوگوں کی ضرورت بھی جاننے کوشش کی یکے بعد دیگرے سب نے کھڑے ہو کر کہا:

عام مسلمانوں کے حالات و ضروریات کا علم تو آپ ہی کو زیادہ ہوگا۔ کہ آپ انکے والی ہیں۔ جس پریشانی اور ضرورت کا سامنا ہمیں ہے وہ یہ ہیں۔ پھر ہر ایک نے اپنی اپنی ضرورت و پریشانی بیان کی۔ احنف بن قیس چھوٹے تھے اس لیے انکی باری آخر میں آئی۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا۔ امیر المومنین جو مجاہدین مصر کی سرزمین پر اترے۔ فرعون کے محلات و قصور، باغات اور سرسبز و شاداب مرغزاروں نے انکا استقبال کیا۔ جو شام پہنچے انہیں قیصر کے محلوں قلعوں اور لہلہاتے لالہ زاروں نے خوش آمدید کہا۔ جو لوگ ایران ہم چشم ہوئے کسریٰ کے تخت و تاج زر و جواہرات اور آب جوئے شیریں نے انکے قدم چومے لیکن بصرہ کی آغوش جن مجاہدین کے حصے میں آئی انکا واسطہ ایسی سرزمین سے ہے جو شور ہے۔ کسی روئیدگی اور شادابی کا جہاں نام و نشان نہیں۔ اس کے ایک جانب کھاری سمندر ہے تو دوسری جانب ویران صحرا۔ اس لیے آپ اہل بصرہ کے مصائب دور کرنے کی تدبیر پر غور فرمائیں، بصرہ کے والی کو یہ حکم صادر فرمائیں کہ وہ آب شیریں کی ایسی نہریں وہاں نکالیں جن سے کھیتیاں بھی لہلہائے۔ اور چوپائے بھی تن و مند ہوں۔ اگر یہ نہریں وہاں نکالی گئیں تو حالات سنور جائیں گے، گرانی اور گران بازاری ختم ہو جائیگی۔ اور جہاد کے لیے لوگوں کے حوصلے اور زیادہ بلند ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس نوعمر مجاہد کی تقریر سنی تو حیرت اور محبت بھری ان کی نگاہ انکے چہرے پر جم کر رہ گئی وہ بولے تم لوگوں کو بھی گفتگو کا یہی انداز و اطوار اپنانا چاہیے...... بخدا یہ نوجوان، سردار ہے۔ پھر انعامات سے ہر ایک کی حوصلہ افزائی کی۔ احنف کو جب انعام دینا چاہا تو عرض گذار ہوئے امیر المومنین! شب روز کی یہ طویل صحرانوردی میں نے انعامات کے لئے نہیں کی تھی بخدا کوئی ذاتی ضرورت لے کر میں آپکی خدمت میں حاضر نہ ہوا میرے سامنے صرف وہی قومی ضرورت اہم ترین مسئلہ ہے۔ جو میں نے آپ کے گوش گزار کی۔ اگر وہ ضرورت پوری ہو گئی تو سمجھے ساری ضروریات پوری ہو گئیں۔

حضرت عمرؓ کی حیرت و شیفتگی دوچند ہو گئی فرمایا۔ سچ کہا یہ نوجوان اہل بصرہ کا سردار ہے۔



امیر المومنین نے وفد کے لوگوں کو واپس جانے کی اجازت دی۔ لیکن احنف بن قیس کو روک لیا اور مسلسل ایک سال تک انکو اپنے پاس رکھا تاکہ اپنی تربیت میں رکھ کر انکی صلاحیتوں کو دین و ایمان کا رنگ اور صلاح و تقویٰ کا حسن جاوداں دے سکیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ذہین آدمی کی ذہانت کو اگر صحیح رخ نہ ملے تو وہ عام لوگوں کیلئے بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ جب پورے ایک سال ہو گئے تب حضرت عمرؓ نے احنف سے کہا میں نے تمھیں ہر پہلو سے آزمایا۔ تمہارے ظاہر و باطن کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ اب راہ حق و صداقت سے تمہارے قدم کبھی ڈگمگا نہیں سکتے اسلیے اب جاؤ ایران کو مفتوح کرنے میں اپنا رول ادا کرو سپہ سالار لشکر ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ احنف بن قیس کو ہمیشہ اپنے قریب و ہمراہ رکھو۔ وہ صاحب الرائے ہیں ان کے مشورے کے مطابق عمل کرو کامیاب رہو گے۔ ایران پہونچ کر احنف نے اپنی جنگی مہارت کا یہ مظاہرہ کیا کہ ایران کا اہم ترین شہر "تستر" چند ہی دنوں میں فتح ہو گیا۔ اور ایران کا معروف و مشہور اور مایہ ناز طاقتور قائد ہرمزان گرفتار ہو گیا۔

ہرمزان ایران کا سب سے معتمد اور جنگی مہارت میں مشہور قائد تھا۔ جنگی فریب و مکر و دغا میں وہ بے مثال تھا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ مسلمان جب فتح کے قریب پہونچتے تو وہ صلح کی آڑ لے لیتا پھر جب موقعہ دیکھتا تو دانت دکھانے لگتا اور مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا لیکن تستر میں مسلمان مجاہدین نے جب اسکو ہر چہار جانب سے گھیر لیا۔ اور فرار کوئی راہ نہ رہ گئی تو وہ ایک محفوظ گنبد پر چڑھ گیا اور وہاں سے اعلان کیا:

مسلمانو میرے پاس سو تیر ہیں تمھیں یہ بات معلوم ہے کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ میرے پاس آنے کی کوشش کرو گے تو تمہارے سو سپاہی جان سے جائیں گے۔ بتاؤ سو سپاہیوں کی جان گنوا کر ایک آدمی کو پانا تمہارے لیے کتنا بڑا خسارہ ہے۔

مجاہدین نے پوچھا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ ہرمزان میری ایک شرط مان لو میں خود گرفتار ہو جاؤں گا مجاہدین اپنی شرط بتاؤ ہرمزان مجھے اپنے خلیفہ کے پاس لے چلو وہ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔

مجاہدین نے شرط منظور کر لی ہرمزان نے اپنے تیر کمان زمین پر پھینک دیے اور خود سپردگی کر دی۔ مجاہدین نے اسکو بیڑیاں پہنائیں اور فتح میں نمایاں کردار ادا کرنے والے مجاہدین کی سر

کردگی میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ان سرکردہ مجاہدین میں خادم رسول حضرت انس بن مالک تھے اور احنف بن قیس فاروقی مدرسہ کے ہونہار فرزند۔

ہرمزان کو لیکر یہ لوگ چلے، جب مدینہ قریب آیا تو اسکو شاہی سپہ سالار کی سج دھج سے آراستہ کیا۔ سونے کے دھاگوں کی بنی ہوئی دیبا و حریر کی پوشاک پہنائی زرو جواہرات سے مزین تاج سر پر رکھا۔ گلے میں ہیرے اور یاقوت و مرجان جڑا قلادہ ڈالا اور دولہا بنا کر آگے کر دیا۔ مدینہ کی سرزمین پر انہوں نے قدم رکھا تو جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کا ایک انبوہ ٹوٹ پڑا اور اس قیدی دولہا کو دیکھ دیکھ کر حیرت واستعجاب کی بلائیں لینے لگا وہ لوگ سیدھے حضرت عمرؓ کے شاہی قصر واسطے پہونچے وہ موجود نہیں تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مسجد تشریف لیگئے ہیں۔ مسجد پہونچے تو وہاں بھی دکھائی نہ پڑے۔

آخر کھیلتے ہوئے بچوں نے بتایا کہ وہ مسجد کے ایک گوشے میں سر کے نیچے ایک چادر رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں۔ کوفہ کا ایک وفد آیا تھا اس وفد سے ملاقات کیلئے مسجد میں آئے تو ایک چادر اوپر ڈال لئے جب وفد واپس گیا تو وہی چادر زیر سر رکھ کر فرش مسجد پر دراز ہو گئے۔ ہرمزان کو لیکر لوگ مسجد پہنچے، خلیفہ کو سویا ہوا دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر بیٹھ گئے۔ ہرمزان عربی زبان سے ناواقف تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ خلیفہ وقت فرش مسجد پر کسی شان و شوکت کی نمود کے بغیر اسطرح سویا ہوا ہوگا جیسے کوئی غریب الدیار۔

اسکو یہ بات تو معلوم تھی کہ حضرت عمر بہت سادگی پسند، دنیاوی حشمت و جاہ کے مظاہر سے بیزار و نفور ہیں لیکن اس کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ قیصر روم کو مغلوب کرنے والی اور کسریٰ کے سر کا تاج چھین لینے والی قہار و جبار شخصیت کو خدا مسجد میں فرش خاک پر کھلے عام سوئی ہوئی ہوگی۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ خاموش ہو کر باادب بیٹھنے لگے ہیں تو سمجھا کہ نماز کی تیاری ہو رہی ہے اور اب خلیفہ نماز کے لئے آنے والے ہیں لیکن احنف نے لوگوں کو خاموش رہنے اور خلیفہ کی نیند میں خلل انداز نہ ہونے کی تلقین کی تو ہرمزان چونک پڑا اس نے مغیرہ بن شعبہؓ سے پوچھا جو فارسی زبان جانتے تھے یہ سونے والا کون ہے؟

مغیرہ نے بتایا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں ہرمزان نے دہشت سے اپنا منہ پھیلا لیا،



پوچھا ان کے دربان اور خدم و حشم؟ مغیرہ نے بتایا کہ وہ کوئی دربان نہیں رکھتے۔ ہرمزان نے کہا، یقیناً یہ کوئی نبی ہے، مغیرہ، ان کی سیرت ضرور انبیائی ہے، لیکن وہ نبی نہیں، کیونکہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بھیڑ کے ساتھ لوگوں کا شور بھی زیادہ ہوا تو حضرت عمرؓ کی نیند ٹوٹ گئی وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ایرانی سپہ سالار کو دیکھا، سر کا تاج سورج کی روشنی میں نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا، گلے کا پٹکا اپنی چمک الگ دکھا رہا تھا، انھوں نے غور سے اسکو دیکھا اور پوچھا، یہ ہرمزان ہے؟۔ احنف بولے جی ہاں۔

اسے ہیرے جواہرات میں دوبارہ دیکھا تو حضرت عمرؓ نے منہ پھیر لیا اور کہا۔ جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ۔ اللہ کا شکر کہ اس نے اس متکبر کو اس کے اتباع واشیاع کے ساتھ اسلام کے زیر حراست دیدیا۔ اے مسلمانو! اپنے دین پر جمے رہنا اپنے نبی کی سنت کا دامن پوری قوت سے تھامے رہنا۔ اور دنیا کی ملمع کاریوں کے فریب میں مت آنا۔ جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو احنف نے فتح کی بشارت سنائی اور کہا۔

ہرمزان نے اس شرط پر خود سپردگی کی ہے کہ آپ ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائیں گے آپ اس سے بات کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ نخوت وغرور کے مظاہر جب تک اس کے بدن پر ہیں، میں اس سے بات نہیں کر سکتا، لوگوں نے اسکی پوشاک تبدیل کی اور معمولی کپڑا اس کے بدن پر ڈالا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہرمزان بتاؤ عہد شکنی کا مزا چکھ لیا ہو ذلت و خواری سے سر جھکائے رہا پھر بولا اے عمر! دور جاہلیت میں اللہ نہ ہمارے پاس تھا نہ تمہارے پاس، اس لئے ہم تم پر غالب تھے لیکن تم لوگ اسلام کے دامن رحمت میں آگئے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا اس لیے تم ہم پر غالب آگئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایک وجہ اور تھی، ہم فرقوں میں بٹے ہوئے تھے اور تم متحد تھے۔

پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا: بتاؤ بار بار عہد شکنی کی کیا وجہ تھی؟

ہرمزان بتاؤں گا تو آپ قتل کر دیں گے حضرت عمرؓ بتاؤ بتانے تک تمہاری امان بخشی کی جاتی ہے۔ ہرمزان میں پیاسا ہوں پانی چاہتا ہوں ایک عام کٹورے میں اسکو پانی دیا گیا، تو اس نے کہا، یہ کٹورا میرے لئے انتہائی ناگوار ہے۔ پیاسا مر جانا اس سے بہتر ہے۔ پھر ایک خوشنما برتن میں پانی دیا گیا، پانی کا برتن ہاتھ میں لیا تو کانپنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یہ کیا؟۔

ہرمزان۔ مجھے ڈر ہے کہ پانی پیتے ہوئے ہی قتل نہ کردیا جاؤں۔

حضرت عمرؓ۔ پانی پینے تک تم کو امان دی جاتی ہے۔ ہرمزان فوراً پانی کو زمین پر بہا دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ۔ دوسرا پانی لایا جائے پیاسے کو پیاسا قتل کرنا مناسب نہیں۔ ہرمزان مجھے پانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جان بچانے کی چال تھی۔

حضرت عمرؓ۔ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔

ہرمزان۔ آپ مجھے امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ تو جھوٹ بولتا ہے۔ انس بن مالک بول پڑے امیر المومنین آپ اسکو امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ۔ کیا کہتے ہو؟ تمہارے بھائی براء بن مالک کے قاتل کو میں امان دونگا، ہرگز نہیں انس بن مالک۔ آپ نے فرمایا تھا، پانی پی لو، پانی پینے تک تم کو امان دی جاتی ہے۔

احنف نے بھی انس کی تائید کی، تب حضرت عمرؓ نے خشمگیں نگاہوں سے ہرمزان کو دیکھا اور کہا تو نے مجھے دھوکہ دیا اور میں مسلمان کے علاوہ کسی سے دھوکہ نہیں کھاتا۔

ہرمزان کلمہ شہادت پڑھ کر فوراً اپنے اسلام کا اعلان کردیتا ہے

حضرت عمرؓ خوش ہوکر دو ہزار ماہانہ اس کا وظیفہ مقرر فرمادیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ایرانیوں کی بار بار عہد شکنی سے پریشان خاطر تھے اس لئے ہرمزان کو لیکر جو وفد آیا تھا، اس سے انہوں نے پوچھا کہ ایرانی ذمیوں کیساتھ مسلمانوں کے معاملات ناروا تو نہیں۔ وفد نے بتایا، ہمارے علم کی حد تک ایسی کوئی بات نہیں، انہوں نے پھر پوچھا، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ بار بار معاہدہ کی خلاف ورزی پر اتر آتے ہیں،

وفد کے جواب حضرت عمرؓ مطمئن نہیں ہوئے تب احنف گویا ہوئے:

امیر المومنین۔ آپ کا حکم ہے کہ ہم ایران کے دوسرے علاقوں سے تعرض نہ کریں اور صرف مقبوضہ علاقوں ہی تک اپنی نقل وحرکت محدود رکھیں، آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ ان کا بادشاہ زندہ ہے اسکی سلطنت و بادشاہت قائم و برقرار ہے اسی بات سے ان کو حوصلہ ملتا ہے کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی جائدادوں کو دوبارہ واگذار کرالیں۔ (باقی صفحہ ۴۴ پر)



بحث و نظر

# مسیح دجال کا خروج

یوسف بن عبداللہ بن یوسف

لفظ ''مسیح'' عیسیٰ علیہ السلام اور دجال دونوں کا لقب ہے۔ دجال کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اسکی ایک آنکھ ممسوح (یعنی مٹی ہوئی) ہوگی یا اس لئے کہ وہ چالیس دن میں پوری زمین اپنے پاؤں سے روند دے گا۔

دجال، دجل سے بنا ہے جسکے معنی آتے ہیں ملانا، گڈمڈ کرنا، ملمع سازی کرنا، یہ لفظ مسیح کذاب کا علم بن چکا ہے دجال کو دجال اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ باطل کے ذریعہ حق کو چھپانے کی کوشش کرے گا۔ نیز اس لئے بھی کہ وہ ملمع سازیوں اور فریب کاریوں کے ذریعہ اپنے کفر کو لوگوں سے چھپائے گا۔

دجال کا حلیہ :

دجال بنی نوع انسانی میں سے ایک گندمی نوجوان ہوگا، پستہ قد، گھنگرالے بالوں والا، چوڑی پیشانی والا، کشادہ سینے والا اور داہنی آنکھ اسکی مٹی ہوئی ہوگی۔ بائیں آنکھ کے پاس گوشت کا ایک لوتھڑا ہوگا اسکی پیشانی پر ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مسلمان خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ پڑھ لے گا۔ نیز وہ بے اولاد ہوگا۔

دجال کے خروج کی جگہ :

دجال خراسان کی مشرقی سمت سے اصفہان کے محلہ ''الیہودیہ'' سے نکلے گا۔ وہ پوری روئے زمین پر گھومے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان دونوں شہروں میں وہ داخل نہ ہوسکے گا کیونکہ فرشتے ان دونوں شہروں کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔

فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث میں ہے کہ دجال نے فرمایا: میں نکلوں گا تو پوری روئے

زمین میں چلوں گا چالیس دن میں ہر ہر گاؤں میں جا پہونچوں گا سوائے مکہ اور طیبہ کے کیونکہ ان دونوں شہروں میں میرا داخلہ ممنوع ہوگا۔ ان میں سے کسی بھی شہر میں، جب میں داخل ہونا چاہوں گا تو ایک فرشتہ ننگی تلوار لئے ہوئے مجھے روکنے کے لئے کھڑا ہوا ہوگا۔ ان دونوں شہروں کے ہر نکڑ پر فرشتے حفاظت کے لئے تلوار لئے کھڑے ہوں گے۔ (صحیح مسلم ۱۸/ ۸۳)

## دجال کے پیروکار :

دجال کے زیادہ تر پیروکار یہود، ترک اور عجمی ہوں گے۔ نیز ایک بڑی تعداد بدوؤں اور عورتوں کی بھی ہوگی۔ مسلم شریف میں ہے کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی اسکی پیروی کریں گے۔

بدوؤں کی کثرت کی وجہ انکی جہالت اور علم سے دوری ہے سنن ابن ماجہ میں ہے کہ دجال بدوی کو مخاطب کرکے کہے گا کہ اگر میں تمہارے والدین کو زندہ کردوں تو کیا میرے رب ہونے کی گواہی دو گے۔ تو اعرابی کہے گا کہ ہاں، چنانچہ دو شیطان اسکے والدین کے روپ میں آکر اس سے کہیں گے : اے میرے بیٹے انکی اتباع کرو کیونکہ یہ تمہارے رب ہیں۔

## دجال کا فتنہ :

ابتدائے آفرینش سے تا حیات واقع ہونے والے فتنوں اور مصیبتوں میں سب سے عظیم فتنہ دجال کا فتنہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے ایسے خوارق عادات امور پر قدرت عطا فرمائیں گے جس سے عقلیں حیران اور قلوب حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ "اسکے ساتھ ایک جنت اور ایک دوزخ ہوگی پانی کی نہروں اور روٹیوں کا انبار ہوگا۔ وہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش نازل کر دے تو وہ برسنے لگے گا اور زمین کو حکم دے گا کہ تو اپنے سبزوں کو اگادے تو اسکے سبزے اگنے لگیں گے۔ زمین کے خزانے اسکے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ پوری زمین کے فاصلوں کو تیز رفتار بادلوں کی طرح طے کرے گا۔ (دیکھئے صحیح مسلم ۱۸/ ۶۱۔۶۶)



## منکرینِ دجال اور اسکے دلائل :

شیخ محمد عبدہ اور شیخ ابو عبیہ کا خیال ہے کہ دجال سے مراد خرافات، تلبیس اور قبائح کا آخری زمانے میں ظہور اور انتشار ہے۔ ابو عبیہ لکھتے ہیں : دجال کے خروج کی جگہ اور اسکے زمانہ ظہور میں اختلاف نیز اسکی شخصیت کی تعیین میں اختلاف اس امر کی جانب واضح اشارہ ہے کہ ظہور دجال سے مراد برائی کے کسی زمانے میں حد سے زیادہ پھیلاؤ اور اسکے بد اثرات کا پورے عالم میں پھیل جانا ہے اور قتل دجال سے مراد برائی کی جڑوں کا کھوکھلا ہونا اور حق کا ظہور و غلبہ ہے۔

(الفتن والملاحم ۱/ ۱۱۸)

ابو عبیہ اور محمد عبدہ کا مذکورہ بالا خیال غلط ہے کیونکہ احادیث صراحۃ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ دجال حقیقت میں ایک آدمی ہوگا جس کا تعلق یہودیوں سے ہوگا۔

احادیث میں اس کا حسب و نسب، اس کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تو اگر وہ فی الواقع آدمی نہ ہوتا تو آخر اس کا حلیہ کیوں بیان کیا جاتا۔ رہا اسکے خروج کی جگہ میں اختلاف تو حقیقت میں وہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا جو خراسان کی سمت میں واقع ہے اور اصفہان میں بھی بالتعیین اسکے ایک محلہ "الیہودیہ" سے ہوگا۔ اور اصفہان مشرق میں واقع ہے، اسی لئے بعض روایات میں مشرق سے، بعض میں خراسان سے اور بعض میں اصفہان سے اور بعض میں "الیہودیہ" سے نکلنے کا تذکرہ ہے۔

## فتنہ دجال سے بچنے کی تدابیر :

نبی اکرم ﷺ نے فتنہ دجال سے اپنی امت کو بار بار ڈرایا ہے اور انھیں اسکے فتنہ سے بچنے کے لئے درج ذیل تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات حسنہ کا تفصیلی علم دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کا ایک اہم

ذریعہ ہے۔ دجال عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوگا جو کھائے گا اور پیئے گا جبکہ ذات باری تعالیٰ صفات بشر سے پاک اور منزہ ہے۔ دجال کانا ہوگا جبکہ اللہ بصیر ہے۔ اس دنیا میں ذات باری کو دیکھنا کسی بشر کے لئے ممکن نہیں جبکہ دجال کو اس کے خروج کے وقت مومن اور کافر سبھی دیکھیں گے۔

۲۔ عام حالات میں بھی اور خصوصاً نمازوں میں تشہد کے بعد فتنۂ دجال سے پناہ مانگنا۔ صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر اور فتنۂ دجال سے خدا کی پناہ چاہتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام ۲/ ۳۱۷)

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تشہد کی دعاء مانگے تو وہ چار چیزوں سے خدا کی پناہ یوں چاہے۔ اے خدا میں جہنم کے عذاب، عذاب قبر، زندگی اور موت کی آزمائشوں اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیح مسلم ۵/ ۸۷)

امام طاؤس اپنے بیٹے کو تشہد میں مذکورہ بالا دعاء نہ پڑھنے کی صورت میں نماز کو دہرانے کا حکم دیتے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سلف صالحین کو اس عظیم دعاء کے ورد اور اپنے بچوں کو اسے سکھانے کی کس قدر خواہش رہتی تھی۔

۳۔ سورۃ الکہف کی ابتدائی ۱۰ آیات کی تلاوت پر مداومت:

متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے فتنۂ دجال سے بچنے کے لئے سورۃ الکہف کی ابتدائی ۱۰ آیتیں اور آخری ۱۰ آیات کی تلاوت کی تلقین فرمائی ہے۔ ابو الدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ الکہف کی ابتدائی ۱۰ آیات یاد کرلیں وہ فتنۂ دجال سے محفوظ ہو گیا۔
(صحیح مسلم، کتاب الفتن ۱۸/ ۶۵)

اس سورۃ کو پڑھنے کی تلقین اس لئے کی گئی کیونکہ اس میں محیر العقول قصے اور متعدد عجائب کا بیان ہے جو شخص ان عجائبات پر تدبر کرے گا وہ دجال کے فتنہ کا شکار نہیں ہو سکتا۔

۴: دجال کے خروج کی صورت میں ہر مسلمان کو اس سے دور رہنے اور خصوصاً مکہ اور مدینہ میں



سکونت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ دجال ان دونوں مقدس شہروں میں داخل نہ ہو سکے گا۔ دجال سے دور بھاگنے ہی میں عافیت ہے۔ عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خروج دجال کے بارے میں سنے تو اسے اس سے بچنا چاہئے کیونکہ آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہوئے اس کے پاس آئے گا اور ان شبہات کی بناء پر جو دجال اس کے دل میں پیدا کرے گا وہ اس کا پیروکار بن جائے گا۔

## قرآن کریم میں دجال کا ذکر کیوں نہیں ہے:

دجال کا فتنہ دنیا کے عظیم ترین فتنوں میں سے ایک ہوگا۔ انبیاء کرام نے اس سے آگاہ فرمایا ہے اور نماز میں اس سے پناہ چاہنے کی تلقین فرمائی ہے اس کے باوجود بھی اس کا ذکر قرآن مجید میں صراحتاً کیوں نہیں آیا ہے، علماء اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

۱۔ دجال کا ذکر ان نشانیوں میں شامل ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ "یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ایمانها خیرا" سورۃ الانعام / ۱۵۸)

یاد کرو اس دن کو جب تمہارے رب کی قدرت و عظمت کی بعض نشانیاں ظاہر ہونگی تو اس وقت کسی شخص کا ایمان لانا نفع بخش نہ ہوگا جو پہلے سے صاحب ایمان نہ رہا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کسی بھلائی کو جمع نہ کیا ہو۔

ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرمائی: "تین چیزیں جب ظہور پذیر ہونگی تو کسی شخص کا ایمان لانا نفع بخش نہ ہوگا۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا خروج اور چوپائے کا ظہور۔ (صحیح مسلم ۲/ ۱۹۵)

۲۔ قرآن کریم میں نزول عیسیٰ کا ذکر موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام ہی دجال کو قتل کریں گے لہٰذا مسیح ہدایت کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا اور مسیح ضلالت کے ذکر سے اغماض برتا گیا کیونکہ عربوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ضدین میں سے کسی ایک کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۳۔ دجال کا ذکر اس آیت میں مذکور ہے " لخلق السماوات والارض اکبر من خلق الناس " (سورۃ غافر ۵۷)

زمین و آسمان کی تخلیق لوگوں یعنی دجال کی خلقت سے زیادہ عظیم اور دشوار ہے یعنی جنس الناس بول کر اس کا ایک فرد دجال مراد لیا گیا ہے کیونکہ وہ عام انسانوں سے عظیم تر ہوگا۔

۴۔ دجال کی تحقیر و اہانت کے لئے اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں کیا گیا ہے کیونکہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا ورانحالیکہ وہ ایک انسان ہے، اور اسکی حالت ذات باری تعالیٰ کی حالت سے یکسر مختلف ہے فرعون کی ربوبیت کے دعوے کے باوجود بھی اس کا ذکر قرآن مجید میں اس لئے کیا گیا کیونکہ اس کا عہد گذر چکا ہے۔ اور اسکے اس دعوائے ربوبیت پر اس کو سخت سزا سے اس دنیا میں دوچار بھی کیا جا چکا ہے چنانچہ اس کا ذکر عبرت و نصیحت کے لئے بیان کر دیا گیا ہے جبکہ دجال تو ابھی آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اس لئے امتحان و آزمائش کی غرض سے اس کا ذکر چھوڑ دیا گیا کیونکہ اسکی ربوبیت کے دعویٰ کا بطلان خود اس کا اپنا مظہر اور حلیہ بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کانا اور عیب دار اسی لئے پیدا فرمایا تاکہ اہل بصیرت اسے دیکھتے ہی پہچان لیں۔

## دجال کا خاتمہ :

جب دجال کا فتنہ عام ہو جائے گا اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ جائے گی پوری دنیا اسکے فتنہ کا شکار ہو جائے گی تو اس وقت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جامع اموی دمشق کے مشرقی کنبد پر نازل ہونگے۔ مسیح دجال اسوقت بیت المقدس کے قریب ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے لئے مسلمانوں کے ساتھ اودھر رخ کریں گے۔ فلسطین کے مشہور مقام "باب لد" کے پاس اسے قتل کریں گے۔ اور اسکے پیروکار شکست کھا جائیں گے چنانچہ مسلمان انہیں قتل کریں گے حتیٰ کہ درخت و حجر بھی پکار اٹھیں گے اے مسلم! اے عبداللہ! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے آؤ اسے قتل کر دو سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہوگا۔



بحث و نظر

# مغربی میڈیا اور مسلم دنیا

محمد ایوب منیر ☆

" covering islam " "ایران کے انقلاب کی خبر کے پس منظر میں ۱۹۸۱ء میں برطانیہ سے شائع ہوئی بعد ازاں ایک تفصیلی مقدمے کے اضافے کے ساتھ اسے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا گیا۔ اس کے مصنف ایڈورڈ ڈبلیو سعید فلسطینی النسل اور مسیحیت کے پیروکار ہیں۔ مجموعی طور پر ان کی تصانیف کی تعداد ۱۲ ہے۔ ان کے مضامین تحقیقی مجلوں اور روزناموں میں باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتے ہیں۔ آج کل کولمبیا یونیورسٹی میں انگریزی اور تقابلی ادب کے پروفیسر ہیں شرق اوسط کے حوالے سے ان کی آرا کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، تاہم اسلام، عالم عرب اور ارض فلسطین کے بارے میں کھرے، کھرے کہنے کی وجہ سے امریکہ میں قلم کاروں اور تجزیہ نگاروں کی ایک بڑی تعداد انہیں متنازعہ قرار دیتی ہے۔

فلسطین کے حوالے سے سعید کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مغربی اور امریکی ذرائع ابلاغ کا تحقیقی اور ناقدانہ جائزہ مذکورہ بالا کتاب کی خصوصیت ہے۔ اس کتاب کی مختصر تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد مغربی میڈیا کے رویے کے پس منظر میں۔ اس کا مطالعہ قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ایران میں امریکیوں کی یرغمالی سے خلیج کی جنگ اور عالمی تجارتی مرکز میں بم دھماکے سے اب تک مغرب جس ہوے کا شکار ہے۔ اس کا نام اسلام ہے، ذرائع ابلاغ حکومتی ادارے تعلیمی ماہرین اور فکر ساز انجمنیں ایک ہی راگ الاپ رہی ہیں کہ اسلام دہشت گردی اور مذہبی مجنونانہ الحواسی ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک کی جابرانہ حکومتیں، اپنی غیر نمائندہ حیثیت کا جواز فراہم کرنے کے لیے بھی "اسلام" کا لیبل استعمال کرتی ہیں۔ ہم وہی کچھ دیکھتے ہیں جو ذرائع ابلاغ ہمیں دکھا رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے اسلام کے چہرے کو مسخ کرنے اور بدترین انداز میں پیش کرنے کی جو منصوبہ کی ہے اس کتاب میں اس کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

گذشتہ ۱۶ برس میں عراق، ایران، سوڈان، صومالیہ، افغانستان اور لیبیا میں ایسے حوادث پیش آئے، جن سے مسلم ممالک کے خلاف فضا فتنی چل گئی۔ ۱۹۸۳ء میں بم دھماکے سے امریکہ کے ۲۴۰ فوجی لبنان میں ہلاک کردیے گئے، ایک مسلم گروہ نے اس کی ذمہ داری قبول کرلی۔ سوئزرلینڈ کے شہر لاکربی میں امریکن ایئرلائن کا طیارہ ۱۹۸۸ء میں تباہ کردیا گیا اور اسلامی دہشت گرد اس کے مرتکب ٹھہرے۔ عالمی تجارتی مرکز پر ۱۹۹۳ء میں حملہ کیا گیا اور اس کی منصوبہ بندی کا الزام نابینا شیخ عمر عبدالرحمان پر لگا دیا گیا۔ امام خمینی نے سلمان رشدی کو قتل کرنے والے کے لیے کروڑوں ڈالر انعام کا اعلان کردیا۔ ۱۹۹۵ء میں اوکلاہاما شہر میں بم کا دھماکہ ہوا تو فوراً مسلم انتہا پسندوں کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ چونکہ میں مسلمانوں کے بارے میں مضامین لکھتا ہوں گمان کیا گیا کہ میں اوکلاہاما کے ملزموں کو ضرور جانتا ہوں۔ مارچ ۱۹۹۶ء میں امریکی صدر بل کلنٹن اور اسرائیلی وزیر اعظم کی شرم الشیخ میں باضابطہ ملاقات ہوئی اور یہ اعلان کردیا گیا کہ ہر دھماکے کے پیچھے حکومت ایران کے اسلام پسند ہوتے ہیں۔

میں عرصہ دراز سے تعلیم و تدریس اور تجزیہ و تحقیق سے منسلک ہوں، میرا یہ خیال ہے کہ اسلام کے ایک ارب سے زائد پیروکار درجنوں ممالک، زبانوں، تہذیبوں، معاشروں اور روایات میں بٹے ہوئے ہیں۔ کسی ایک واقعے یا چند واقعات کو مجموعی طور پر 'اسلام' کے حساب میں درج کردینا نامعقول بات ہے۔ کیا دیگر مذاہب کے ساتھ بھی ہمارا ایسا ہی رویہ ہوتا ہے؟ بنیاد پرستی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ اسلام کے برابر ہے اور ہمیں جس چیز کے خلاف بھی جنگ لڑنا ہے وہ بنیاد پرستی ہے۔ نیویارک ٹائمز نے ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء کو سرخی جمائی: ''سرخ خطرہ ٹل گیا، لیکن اسلام کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔''

۱۹۹۱ء سے امریکن اکیڈمی برائے آرٹس و سائنس، بنیاد پرستی پر اپنی تحقیقی رپورٹیں شائع کررہی ہیں۔ The Atlantic and The New Republic جیسے تحقیقی جریدے اسلام کے خلاف اور اسرائیل کے حق میں مسلسل آواز بلند کررہے ہیں۔

اسلام کے خلاف جو تہذیبی جنگ لڑی جارہی ہے اس میں ایک نمایاں ذکر نامور برطانوی مستشرق برنارڈ لیوس کا ہے جس نے اب امریکہ میں سکونت اختیار کرلی ہے۔ پالیسی



سازی کے وقیع جریدوں میں اس کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس کی سوچ کا حاصل یہ ہے کہ عالم اسلام مجموعی طور پر مغرب کی ترقی اور ''جدیدیت'' کا مخالف اور مسلمان چونکہ مغربی نہیں ہوسکتے، اس لیے اچھے بھی نہیں ہوسکتے۔ یہی خیالات اسرائیل نواز دانش وروں مثلاً ڈینیل پائپس، مارٹن کریمر، ولیم ہنٹنگٹن اور جیری ملر کے ہیں۔ ان حضرات نے اسلام اور مغرب کے درمیان اجنبیت اور مخاصمت کی چٹانیں کھڑی کی ہیں۔ جیری ملر کے بارے میں عرض کرتا چلوں کہ وہ مشرق اوسط اور اسلامی دنیا کے امور پر ربع صدی سے مضامین لکھ رہی ہے اور اپنے آپ کو ''سند'' کہلوانا پسند کرتی ہے جب کہ عربی اور فارسی زبان کی بھی اسے آگاہی نہیں ہے، اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ اصل بات علمی تحقیقی تجزیہ نہیں بلکہ مخاصمت اور رگوں میں دوڑتی ہوئی اسلام دشمنی ہے۔

اتنی شدت قوت اور اصرار کے ساتھ کسی بھی دوسرے مذہب کے بارے میں یہ بات نہیں کہی گئی جو اسلام کے بارے میں کہی گئی ہے کہ یہ مغربی تہذیب کا دشمن ہے۔ نیوزی لینڈ کے معروف پروفیسر جے پی کیلی کا خیال ہے کہ جب تک مسلمان علاقے مغرب کے زیر نگیں رہے، مغرب کو، اس کی روایات کو، اس کے روشن اور لبرل طرز عمل کو کوئی خطرہ لاحق نہ تھا لیکن اب مسلمان ممالک کی آزادی سے ماڈرن ورلڈ کو خطرہ لاحق ہے اس لیے نوآبادکاری کی جو پالیسی چار سو برس پہلے اختیار کی گئی تھی اس کی اب بھی ضرورت ہے۔

میں عرصہ دراز سے مسلم دنیا کے اہل حرف و دانش کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرا رہا ہوں کہ وہ اسلام اور اسلامی دنیا کے بارے میں مغربی اور امریکی دانش وروں اور قلم کاروں کی رائے سے سرسری نہ گزر جایا کریں۔ عالم عرب کی طرف سے تیل کی فراہمی معطل ہونے، امریکی سفارت خانے کے عملے کے ۴۴۴ دن یرغمال رہنے اور خلیج میں جنگ چھڑنے کے مواقع پر جو ابلاغی جنگ لڑی گئی وہ کسی بھی نئے عنوان سے بھرپور طریقے سے امریکہ اور مغرب دوبارہ لڑسکتا ہے، بلاشک وشبہ یہ جنگ بے حد موثر ہتھیار 'ذرائع ابلاغ' ہی سے لڑی جاسکتی ہے۔

ذہن کس طرح تیار کیے جاتے ہیں، اس کی وضاحت اس مثال سے ہوجائے گی۔ کنسالیڈیٹڈ ایڈیسن آف نیویارک (کان ایڈ) نے نیویارک ٹیلی ویژن پر ایک اشتہار چلانا شروع کیا۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک کے سکریٹری جنرل یمانی قذافی، عرب قبائلی

پہنے اور سروں پر پگڑیاں رکھے بہت سے لوگ، جن کے چہرے دور سے پہچانے نہ جاتے تھے، نہ ان کے نام ہی تحریر تھے لیکن تھوڑے وقت کے بعد یہ سمجھنا آسان تھا کہ یہ عرب چہرے، عرفات، حافظ الاسد، خمینی اور دجل پیدا کرنے والے اسلام کے پیروکاروں کے تھے۔ ان تصاویر کے پس منظر سے صرف یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ "امریکہ کا تیل ان کے قبضہ میں ہے"۔ ان کی تصاویر اس طرح دکھائی جاتی تھیں کہ یہ ہیں وہ Villain جنھوں نے امریکیوں کو رنج، دکھ اور اداسی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس مختصر اشتہار نے عربوں کے خلاف ایک فضا تیار کردی کہ تیل کے ذخائر ان کے پاس رہنا، امریکہ کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ تھی کہ دجل پیدا کرنے والے یہ لوگ اسلام کے پیروکار ہیں۔ ایران میں امام خمینی کے برپا کردہ انقلاب کے بعد مستشرقین نے ماضی کی علمی بحثوں اور حضورﷺ کی ذات پر اعتراضات کے بجائے مسلمانوں کی تنگ نظری، رجعت پسندی اور ماضی کی طرف سفر کو نشانہ بنانا شروع کردیا۔ ۱۹۸۰ تک دہشت گردی کا جامع اور کارگر لفظ دریافت ہوچکا تھا جب کہ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں بنیاد پرست کی اصطلاح نے ماضی اور حال کی تمام ضروریات کو پورا کردیا۔ میڈیا نے اس لفظ کو اس قدر اچھالا کہ تمام حقائق پس منظر میں چلے گئے اور تمام دلائل دریا برد ہوگئے۔ مستشرقین نے جو سفر صدیوں میں طے کیا تھا ذرائع ابلاغ، ٹی وی چینلوں، براہِ راست رپورٹوں، صحافیوں کے دوروں، تلاشِ حقیقت اسفار (Fact Finding Travel) اور مجالسِ دانش (Think Tanks) نے دس بیس برس میں وہ سفر طے کرلیا۔

اس حقیقت کو فراموش کردیا گیا ہے کہ ایک ارب سے زائد مسلمان، سیکڑوں لسانی گروہوں اور درجنوں ممالک میں منقسم ہیں۔ اب صرف ایک ہی بات بیانگ دہل کہی جارہی ہے کہ اہلِ اسلام کی دہشت گردی اور بنیاد پرستی امنِ عالم کے لیے خطرہ ہے، مسلمان کم از کم جہاد کے نام سے شہروں اور آبادیوں کو سبوتاژ کرنا چھوڑ دیں۔ ۲۶؍ جنوری ۱۹۹۱ء کو لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹر اور ماہر اسلام روبن رائٹ نے تحریر کیا کہ امریکہ اور مغربی حکومتوں کے افسران ایک مشترکہ حکمت عملی طے کر رہے ہیں تاکہ 'اسلامی چیلنج' کا بھرپور مقابلہ کیا جاسکے۔ بش انتظامیہ کے ایک بڑے افسر نے کہا "ہمیں چالیس سال پہلے ہم نے کمیونزم کا جس طرح مقابلہ کیا تھا، آج اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے اس سے کہیں زیادہ مستعدی (Smartness) کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔



یورپ کے برعکس، امریکہ میں اسلام کے بارے میں غیر متعصب تحقیقی ریسرچ کرنے والے نہ کے برابر ہیں۔ تازہ ترین خبر کے عنصر نے ہمارا کام کی صلاحیت ختم کردی ہے۔ ایک حادثے یا اقدام کی خبر آتی ہے اور خبر رساں ایجنسیاں اپنے ٹینکوں اور اسلحے کے ساتھ امت مسلمہ پر چڑھ دوڑتی ہیں۔ اسرائیل ایک مذہبی ریاست ہے، وہ مذہب کی بنا پر وجود میں آئی ہے، اس کے اندر مذہبی جنون کسی بھی دوسری قوم سے زیادہ ہے لیکن ذرائع ابلاغ کی بدولت، اسرائیل کے مذہبی خبط اور فلسطینیوں کے قتل عام کی خبریں، رنگ آمیزی کے ساتھ ہی چلتی ہیں۔ فلسطینی اگر قتل بھی ہوتے ہیں تو اس کی خبر یوں شائع ہوتی ہے کہ شرپسند فلسطینیوں کا ہنگامہ، چار ہلاک ہوگئے۔

امریکہ کا میڈیا، برطانوی اور فرانسیسی میڈیا سے مختلف ہے، اس کی وجہ مختلف معاشرے، مختلف قارئین اور مختلف ادارے اور مختلف مفادات ہیں۔ ہر امریکی رپورٹر کو یہ احساس رہتا ہے کہ میرا ملک دنیا کی واحد عالم گیر قوت ہے اور ہمارے ملک کے جو مفادات ہیں وہ دوسرے ممالک کے نہیں ہیں اور پریس کی آزادی ایک اچھی چیز ہے تاہم امریکی مفاد اس سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ ان صحافیوں کا تو تذکرہ چھوڑ دیجیے کہ جو امریکہ کے خفیہ ادارے سی آئی اے کے باضابطہ ملازم ہیں، دیگر صحافیوں کی غالب اکثریت بھی ایک طے شدہ فریم ورک پر یقین رکھتی ہے اور اس کے خد و خال بہرحال واشنگٹن سے وضع کیے جاتے ہیں۔ جو بھی امریکی دیگر ممالک کے حالات کی رپورٹنگ کرتے ہیں اس میں سے "ہم" کا عنصر کبھی بھی خارج نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں سیکڑوں افراد اور درجنوں رسائل و جرائد کا نام لیا جاسکتا ہے، یہ کوئی راز بھی نہیں۔

ایک برطانوی فلم ساز انتھونی تھامس نے شہزادی کی موت کے نام سے فلم بنائی جس میں دکھایا گیا کہ ایک برطانوی شہری ایک سعودی شہزادی کے عشق میں مبتلا ہوگیا، بعد ازاں وہ شہری غائب ہوگیا۔ ایک صحافی اس جوڑے کے بارے میں جاننے کے لیے فلسطین، لبنان اور سعودی عرب کا سفر کیا، سیکڑوں لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور باتوں ہی باتوں میں ان سب سے یہ کہلوایا کہ وہ سب کس ظلم، زیادتی، جکڑ بندی، حکومتی گرفت، خبر رساں اداروں کی تفتیش کا شکار ہیں اور غیر انسانی زندگی گذار رہے ہیں۔ بلاشک و شبہ فلم کا مقصد بھی یہی تھا۔ حکومت سعودی عرب نے اس فلم پر پابندی لگانے کی بات اٹھائی تو اخبارات و جرائد نے، ٹیلی ویژن چینلوں نے ہفتوں تک اس فلم کو موضوع بحث بنائے

رکھا اور اپنے عوام کو بہر طور پر یہ دکھایا کہ مسلم عوام جبر کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اس کے پندرہ برس بعد امریکہ میں جہاد کے نام سے ایک دستاویزی فلم ۱۹۹۵ء میں جاری کی گئی جس میں دکھایا گیا کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی، قتل و غارت، لوٹ مار اور ہیبت و دہشت پھیلانے والے سیکڑوں درندے امریکہ میں پناہ گزیں ہو چکے ہیں۔ ضروری ہے کہ عوام اور حکومت مل کر اس عفریت کا سد باب کریں بعد ازاں یہ معلوم ہوا کہ سی آئی اے کے دماغ ان فلموں کی تیاری اور مقبولیت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

امریکہ کے ابلاغ و اطلاعاتی ادارے مسلم دنیا سے کیا سلوک کر رہے ہیں یا آئندہ کیا سلوک کر سکتے ہیں، اس کی بھرپور اور موثر ریہرسل وہ اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف کر چکے ہیں۔ ۴ر نومبر ۱۹۷۹ء کو ایرانی طلبہ نے ایک امریکی سفارتخانے پر قبضہ کر لیا اور سفارتخانے کے عملہ کو یرغمال بنا لیا۔ امریکن براڈکاسٹنگ کارپوریشن (ABC) کئی ماہ تک شام کا خصوصی بلیٹن 'امریکہ زیر حراست' کے نام سے نشر کرتا رہا۔ PBS کی طرف سے کئی ماہ تک مسلسل تجزیے جاری کیے جاتے رہے۔ والٹر کرون کا نیٹ روزانہ پروگرام دیتا رہا جس کا عنوان تھا 'حراست کا کون سا دن' ابوالحسن بنی صدر، صادق قطب زادہ، زیر حراست لوگوں کے والدین کے انٹرویو، ایران میں مظاہرہ کی روزانہ رپورٹ، تاریخ اسلام پر تین منٹ کا پروگرام، معزول شاہ کا اسپتال سے براہ راست مکالمہ، حکومت اقدامات، آئندہ کے امکانات جیسے درجنوں موضوعات مختلف مکاتب ہائے فکر کی نمایاں شخصیات کی آرا اور ان کے تبصروں کو اس تسلسل کے ساتھ نشر کیا گیا کہ گویا امریکی سفارتخانے کے ۵۰ر افراد کی اہمیت شاید ۵۰ر ریاستوں سے بھی زیادہ ہے اور گستاخی کرنے والی اسلامی حکومت، ناقابل معافی۔

سینٹ لوئیس ڈسپیچ نے ۷ر نومبر کو ایک مذاکرہ منعقد کیا جس کی بحث کا خاتمہ اس جملے پر ہوا 'اسلام، امریکہ کے مفادات کے لیے نقصان دہ اور اس کا دائمی دشمن ہے۔' وال اسٹریٹ جرنل نے اداریہ میں لکھا " یہ مغربی تہذیب کی ناکامی ہے کہ دنیا کی غالب آبادی بشمول مسلمان، مہذب خیالات سے محروم ہیں، ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر جے سی ہیوروز نے کہا کہ 'مسلم (شیعہ) ہونے کا مطلب ہی امریکہ مخالف ہونا ہے'"

۶ر جنوری ۱۹۸۰ء کو نیویارک ٹائمز نے لکھا "جہاں کہیں بھی جنگ، قتل، تنازعہ، خوف ہوگا



وہاں اسلام کا کردار ضرور ہوگا۔"

جملہ معترضہ کے طور پر عرض کروں گا کہ بہت سے اہم امریکی اور یورپی نامہ نگاروں کی سر توڑ کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ایک اسٹوری فائل کر دی جائے۔ جس علاقے میں ان کو تعینات کیا گیا ہوتا ہے وہ اس کی زبان نہیں جانتے، اس علاقے کی روایات اور تاریخ سے واقف نہیں ہوتے بغیر کسی تربیت کے وہ ایران یا مصر یا ترکی کی رپورٹنگ شروع کر دیتے ہیں ظاہر ہے پھر متضاد اور متصادم خبریں ہی موصول ہوتی ہیں جو اخبارات کے قارئین کی پیاس کو مصنوعی طور پر بجھاتی رہتی ہیں۔

میں اس کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینا چاہتا ہوں کہ آخر اسلام کے خلاف اتنی آوازیں بلند کیوں ہو رہی ہیں۔ اگرچہ امریکہ کا جائزہ پیش کر رہا ہوں لیکن یورپ کی کیفیت بھی اس کے قریب قریب ہے۔ امریکہ میں جتنے لوگ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرتے ہیں ان میں سے ایک فیصد کا موضوع شرق اوسط ہوتا ہے۔ ایک ہی سال میں شرق اوسط گریجویٹ کورسز میں داخلہ لینے والوں کی تعداد ۲۲۳۰ رہی ہے۔ جو چیز مدتوں سے سکھائی اور پڑھائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام قرون وسطی سے تعلق رکھتا ہے، یہ تباہ کن ہے اور اسلام ہمارے کلچر اور ماحول کا دشمن ہے۔

میں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ مغرب میں جو کچھ کہا جا رہا ہے "اسلام وہ نہیں ہے۔ جتنی معلومات بھی دی جا رہی ہیں وہ معلومات نہیں تشریحات ہیں۔ عربی زبان جانے بغیر آپ مراکش کے حالات کی اصل تصویر سے کس طرح آگاہ ہو سکتے ہیں اور اگر آگاہ ہو بھی جائیں تب بھی یقین سے یہ کہنا کہاں تک درست ہوگا کہ اہل مراکش کے جو خیالات ہیں وہی اسلام کا اصل منشا و مقصود ہیں۔ واقعات کی نامہ نگاری کرنے والے کے ساتھ پیش آنے والے حادثات، اس کی پسند ناپسند اور اس کی کمزوریاں بھی تو مختلف منظر پیش کریں گی۔ لہذا ضروری ہے کہ اسلام کا علمی سطح پر مطالعہ کیا جائے اسلامی ممالک کی نامہ نگاری جذباتیت، تعصب، ہٹ دھرمی اور خودسری سے ہٹ کر کی جائے۔

اہل اسلام پر مسلسل اینٹیں برسا کر رد عمل کو آپ شدید تر کر سکتے ہیں، ڈیڑھ ہزار سال کی خلیج کو پاٹ نہیں سکتے، صرف نئے دشمن پیدا کر سکتے ہیں۔'

ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

بحث ونظر

# ”حکومت الٰہیہ کی ذمہ داریاں“

مفتی کلیم رحمانی

حکومت الٰہیہ کی ذمہ داریوں سے مراد حکومت الٰہیہ کے سربراہ، عہدیداران اور کارکنان کی ذمہ داریاں ہیں یوں تو اسلام میں ہر شخص کچھ نہ کچھ ذمہ داریوں کا مکلف ہے، لیکن حکومت الٰہیہ کی ذمہ داریاں بہت اہم اور وسیع ہیں، کیونکہ جو شخص جتنے اہم عہدہ پر فائز ہوتا ہے وہ اتنا ہی اہم ذمہ داریوں کا مکلف ہوتا ہے، چونکہ حکومت الٰہیہ کا عہدہ بہت اہم ہے اس لئے اسکی ذمہ داریاں بھی بہت اہم ہیں۔

حکومت الٰہیہ کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ دنیا کے جس ملک اور شہر میں اللہ کا دین اخلاقی وسیاسی لحاظ سے غالب ہے اس کے غلبہ کو قائم رکھے، اور جس ملک وشہر میں اللہ کا دین اخلاقی وسیاسی لحاظ سے غالب نہیں ہے وہاں اس کو غالب کرے۔

کسی ملک میں دین کے غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی سیاست وقوانین کی حکمرانی قائم ہو اور غیر اسلامی سیاست وقوانین ممنوع ہوں۔ لیکن ظاہر ہے دین کا غلبہ صرف تمنا سے قائم نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے کوشش شرط ہے۔ اور اس کی ابتداء پہلے اپنی ذات سے کرنی ہوگی، وہ اسطرح کہ پہلے اپنے دل ودماغ کو باطل افکار ونظریات کی غلامی سے صرف آزاد ہی نہیں بلکہ باغی کرلے، اور دل ودماغ کو اسلامی افکار ونظریات کا صرف پابند ہی نہیں بلکہ عاشق کرلے۔

باطل سے بغاوت اور اسلام سے محبت دراصل حکومت الٰہیہ کا بیج ہے، اور جب تک یہ بیج دل ودماغ کی زمین میں داخل نہیں ہوتا تب تک کسی بھی انسان کی زندگی میں حکومت الٰہیہ کا پودا نہیں اُگ سکتا اور جس کی زندگی حکومت الٰہیہ کے پودے سے محروم ہو اس کی زندگی دوسروں کو کیا حکومت الٰہیہ کا سایہ اور پھل دے سکتی ہے، لیکن جس کے دل ودماغ میں حکومت الٰہیہ کا بیج داخل ہو گیا ضرور اس میں پودا آئے گا اور یہ پودا ایک دن تناور درخت بن جائے گا جس سے لوگ سایہ اور پھل حاصل کریں گے۔

دوسری ذمہ داری یہ کہ اپنے قول وفعل کو باطل کی غلامی سے بالکل آزاد کر کے اسلام کی



غلامی میں دیدے، اور باطل سے بغاوت اور اسلام سے محبت صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اس زمین سے باطل کی حکمرانی کو ختم کرنے اور اسلام کی حکمرانی کو قائم کرنے کی مسلسل کوشش کی جائے گی تو باطل پرست، طاقت وقوت سے اسکو دبانے کی کوشش کریں گے تو ایسی صورت میں طاقت وقوت سے مقابلہ کرنا بھی حکومت الٰہیہ کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اہل حکومت کی چند ذمہ داریاں یوں بیان فرمائی: الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (الحج ۱۴) ترجمہ۔ اگر ان لوگوں کو ہم زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے، اور اللہ ہی کیلئے ہے کاموں کا انجام۔ مذکورہ آیت کے اولین مصداق آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہیں کیونکہ انھیں نزول قرآن کے وقت ہی زمین کا اقتدار حاصل ہو چکا تھا، اور انہوں نے آیت میں بیان شدہ کاموں کو بحسن وخوبی انجام دیا، لیکن اللہ کا یہ وعدہ صرف آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان کیلئے ہے بشرطیکہ غلبہ دین کیلئے اسی طرح خون وپسینہ بہایا جائے جس طرح آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے بہایا۔

مذکورہ آیات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو زمین کا اقتدار دینے کی بات کہی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ایمان والوں کیلئے زمین کا اقتدار بہت پسندیدہ چیز ہے، لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ آج بہت سے دین کے دعویدار افراد ایمان والوں کیلئے زمین کے اقتدار کو برا سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس اقتدار کے ذریعہ دین کو غالب نہ کیا جائے وہ اقتدار اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے لیکن جہاں تک اسلامی اقتدار ہے تو یہ اللہ کو صرف پسند ہی نہیں بلکہ اہل ایمان سے مطلوب بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (انبیاء ۱۰۵)

ترجمہ۔ اور تحقیق ہم نے لکھ دیا زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے حقیقی وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

مطلب یہ کہ اس زمین پر حکومت کرنے کا صحیح اور جائز حق اللہ کے نیک بندوں کا ہے۔

لیکن اگر اللہ کے نیک بندوں نے اپنے اس حق کو حاصل نہیں کیا تو اللہ کے نافرمان بندے اس حق کو غصب کرلیں گے کیونکہ یہ فطری امر ہے کہ جو شخص اپنے حق سے غافل ہو جاتا ہے تو اس کا حق چھین جاتا ہے، چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج زمین کے زیادہ تر حصہ پر اللہ کے نافرمان بندے حکومت کر رہے ہیں، اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ اہل ایمان زمین پر حکومت کرنے کے اپنے حق سے غافل ہو گئے۔ اسلئے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے اس حق سے کو پہچانیں اور اس کے حصول کی جدو جہد کریں کیونکہ جو حق غصب ہو جاتا ہے وہ بغیر جدو جہد کے حاصل نہیں ہوتا۔ مذکورہ آیت میں اہل حکومت کا پہلا کام نماز کو قائم کرنا بیان کیا گیا، یوں تو نماز ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اس سلسلہ میں اہل حکومت کی ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ یہ کہ خود بھی نماز کا اہتمام کریں اور مسلم معاشرہ میں نماز کو قائم کرنے کا ایسا انتظام قائم کریں کہ کوئی مسلمان نماز چھوڑنے نہ پائے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ حکومت کی جانب سے نماز چھوڑنے پر سزا مقرر ہو۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ائمہ کرام نے جان بوجھکر نماز چھوڑنیوالے کیلئے جو سزا مقرر کی ہے وہ اس طرح ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ پہلے نماز چھوڑنے والے کو توبہ کیلئے کہا جائے گا اگر توبہ نہ کرے تو بطور سزا قتل کر دیا جائیگا، امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسکو سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ (تدبر حدیث ص ۱۶۵) مذکورہ آیات سے جہاں یہ بات واضح ہوئی کہ اہل حکومت کا پہلا کام مسلم معاشرہ میں مکمل طور پر نماز کی ادائیگی کا انتظام قائم کرنے کیلئے حکومت الہیہ کا قیام ضروری ہے، وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ مسلم معاشرہ میں مکمل طور پر نماز کی ادائیگی کا انتظام قائم کرنے کیلئے حکومت الہیہ کا قیام ضروری ہے، کیونکہ بغیر حکومت کے کسی جرم پر سزا جاری نہیں ہوتی، لیکن افسوس ہے کہ ایک معروف دینی جماعت دنیا کے سو فیصد مسلمانوں کو نماز کا پابند بنانے کا تصور رکھتی ہے لیکن حکومت الہیہ کے قیام کی ضرورت محسوس نہیں کرتی جب کہ حکومت الہیہ کے بغیر سو فیصد مسلمان نماز کے پابند بن ہی نہیں سکتے۔

مذکورہ آیات میں اہل حکومت کا دوسرا کام یہ بیان کیا گیا کہ وہ زکوۃ ادا کریں گے، یوں تو زکوۃ ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے لیکن اہل حکومت پر مسلم معاشرہ میں زکوۃ کی ادائیگی



و وصولیابی کا انتظام قائم کرنا بھی فرض ہے، کیونکہ مسلم معاشرہ میں مکمل طور پر زکوۃ کی ادائیگی و وصولیابی کا انتظام حکومت الہیہ کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ کی مکمل ادائیگی اور حکومت الہیہ میں بہت گہرا تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں زکوۃ کے جو آٹھ مصارف بیان کئے ہیں ان میں ایک مصرف عاملین بھی ہیں، یعنی زکوہ وصول کرنے والے اور عاملین حکومت مقرر کرتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد رونما ہونیوالے حالات میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اقدام سے بھی زکوۃ کی ادائیگی میں حکومت الہیہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، آنحضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد عرب کے کچھ نو مسلم قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کو حکومت کے ذریعہ سے ہی دبایا۔ اور انکے خلاف جہاد کیا۔ آیت مذکور میں اہل حکومت کا تیسرا کام یہ بیان کیا گیا کہ وہ معروف کا حکم دینگے اور منکر سے روکیں گے۔ ہر وہ چیز معروف ہے جسکے کرنے کا اللہ اور اسکے رسول نے حکم دیا ہو، اور ہر وہ چیز منکر ہے جس سے اللہ اور اسکے رسول نے منع کیا ہو، اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بہت زیادہ اہمیت ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اسکو امت مسلمہ کی بعثت کا اصل مقصد قرار دیا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله ( آل عمران ۱۱۰ ) ترجمہ۔ تم بہترین امت ہو تمھیں لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یوں تو معروف کا حکم دینا اور منکرات سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، لیکن مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا ہونا لازم و ضروری ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو بطور خاص انجام دے، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا۔ **ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون** (ال عمران ۱۰۴) ترجمہ۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور ظاہر ہے یہ فریضہ پورے طور پر بحسن و خوبی مسلمانوں کی وہی جماعت انجام دے سکتی ہے جس کے پاس حکومت کی طاقت و

قوت ہو۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکومت الٰہیہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ماضی قریب کے ایک جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا علی میاں ندوی کی ایک تحریر سے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ میں حکومت الٰہیہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے جو آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت ۱۰۴ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لئے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار اور تحکم کی شان ہے، یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی اختیار کرنے کیلئے درخواست و عرض کریں گے، پس امر و نہی کے لئے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے اور امت کا فریضہ ہے کہ وہ اس کا انتظام کرے (منقول، "سیرت سید احمد شہیدؒ جلد اول ۵۸)

اہل حکومت میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کیلئے آنحضورﷺ نے بہت سی ہدایات دی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔ **عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من امیر عشرۃ الا یؤتی به یوم القیٰمة مغلولاً حتیٰ یفل عنه العدل او یوبقه الجور** (دارمی، مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی دس افراد کا بھی امیر ہوگا تو قیامت کے دن اس کو طوق پہنا کر لایا جائے گا یہاں تک کہ عدل اس طوق کو اتار دے گا یا ظلم اس کو ہلاک کر دیگا۔ مذکورہ حدیث سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ آنحضورﷺ نے کیسے تنبیہی انداز میں حکومت الٰہیہ کے سربراہان و عہدیداران کو احساس ذمہ داری سے آگاہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حکومت الٰہیہ کی سربراہی و عہدیداری کوئی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ یہ ایسا راستہ ہے جس کے ایک طرف عدل ہے اور دوسری طرف ظلم ہے، جہاں قدم عدل کی طرف سے ہٹا وہ ظلم کے گڑھے میں گرا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس راستے سے گزرے بغیر دین اسلام دنیا میں غالب نہیں آسکتا اور نہ امت مسلمہ دنیا کی قائد و امام بن سکتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضورﷺ نے فرمایا۔ **عن ابی امامة عن النبی ﷺ قال ان الامیر اذ ابتغی الریبة فی الناس افسدهم** (ابوداؤد، مشکوٰۃ) ترجمہ۔ حضرت ابو امامہؓ



نبیﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا جب امیر لوگوں میں شک کی بات تلاش کرتا ہے تو ان کو خراب کر دیتا ہے۔)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حکومت الٰہیہ کے سربراہ اور عہدیدار کو لوگوں میں غیر ضروری شکوک و شبہات تلاش نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ امیر یا کوئی عہدیدار عوام کے متعلق بے جا شکوک و شبہات میں پڑے گا تو اس سے عوام میں حکومت کے متعلق بدظنی پیدا ہوگی اور یہ بدظنی حکومت کی کمزوری کا سبب بنے گی۔

ایک اور حدیث میں آنحضورﷺ نے فرمایا۔ **عن ابی السماخ الازدی عن ابن عم له من اصحاب النبی ﷺ انه اتی معاویة فدخل علیه فقال سمعت رسول ﷺ یقول من ولی من امر الناس شیئاً ثم اغلق بابه دون المسلمین او المظلوم اوذی الحاجة اغلق الله دونه ابواب رحمته عند حاجته وفقره افقر مایکون الیه** (رواہ البیہقی، مشکوٰۃ)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو سماخ ازدی اپنے چچا کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں جو کہ نبی کے اصحاب میں سے تھے وہ حضرت معاویہؓ کے پاس آئے اور کہا میں نے نبی کو فرماتے سنا جو شخص لوگوں کے امور میں سے کسی امر کا ذمہ دار بنے پھر وہ مسلمانوں پر اپنا دروازہ بند کرلے یا کسی مظلوم یا ضرورت مند کے لیے دروازہ بند کرلے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے اس کے لئے اس کی ضرورت کے وقت بند کر دیگا جبکہ وہ اس کا بہت محتاج ہوگا۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حکومت الٰہیہ کے سربراہ یا عہدیدار کو مسلمانوں محتاجوں اور مظلوموں کے لئے ہمیشہ اپنے دروازے کھلے رکھنا چاہیے ورنہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا اور جو اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے وہ گویا ہر بھلائی سے محروم ہو گیا۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے طرز حکومت سے بھی اہل حکومت کی ذمہ داریوں کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے: **عن عمر بن الخطاب انه کان اذا بعث عماله شرط علیهم أن لا ترکبوا برذونا ولا تاکلوا نقیا ولا تلبسوا رقیقا ولا تغلقوا ابوابکم دون حوائج الناس فان فعلتم شیئا من ذالک فقد حلت بکم العقوبة ثم یشیعهم** (بیہقی، مشکوٰۃ) ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جب وہ اپنے کارکنوں کو بھیجتے تو ان

مذاہب عالم

# ہندو دھرم کے عائلی قوانین

انیس احمد فلاحی

## نکاح

### آریہ سماج میں نکاح کے تین طریقے رائج تھے۔

۱۔ باپ کا اپنی بیٹی کے لیے شوہر کو تلاش کرنا۔ (رگ وید ۱۵/۸۵/۱۰)

۲۔ والدین کی مرضی کے علی الرغم انکی بیٹی کو کسی بڑے شخص یا صاحب اقتدار کا غصب کر کے شادی کر لینا۔ (رگ وید ۳۹/۷، ۱۰/ اور ۱۹/۱۱۲/۱)

۳۔ کسی بڑے عالم کا سادھو یا سنت کی خدمت میں بطور ہدیہ کسی کا اپنی بیٹی کو پیش کرنا

مجلس نکاح دولہا کے گھر میں منعقد کی جاتی تھی جہاں دولہا اپنے اعزہ و اقارب اور دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوتا تھا چنانچہ گھر کے ایک پاک مقام پر آگ روشن کی جاتی جسمیں گائے کا خالص گھی انڈیلا جاتا اور دولہا و دلہن کے دامن ایکدوسرے سے باندھ دیے جاتے اور پھر دونوں اس آگ کے گرد کئی بار چکر لگاتے اور برہمن طبقہ کا ایک عالم وید کے چند اشلوک پڑھتا اور اسطرح نکاح کی رسم ادا ہو جاتی۔ (دیکھئے رگ وید ۵۳۳/۸/۱۰)

### تعدد ازواج

ہندو دھرم میں ایک سے زائد شادی جائز ہے، ہندو دھرم کے بڑے بڑے سورماؤں کے پاس کئی بیویاں تھیں، ارجن کے پاس متعدد بیویاں تھیں جن میں دروپتی، سو بھادرا، اور چترانغدا کافی مشہور تھیں اسی طرح کرشن کی زوجیت میں سترہ ہزار بیویاں تھیں، البتہ ویدک تعلیمات میں ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنے کا زور دیا ہے (رگ وید ۱۰۵/۸/۱، ۱۰/۳۲/۲) البتہ ایک روایت کے مطابق برہمن کے لیے چار، کھتری کے لیے تین ویش کے لیے دو اور شودر کے لیے ایک بیوی کرنا جائز ہے۔

### بیوہ کا نکاح

ویدوں میں بیوہ عورتوں کے نکاح کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا بلکہ وید کی تعلیمات بیوہ



پر شرط لگاتے کہ ترکی گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، میدہ کی روٹی نہ کھائیں، باریک کپڑے نہ پہنیں اور لوگوں کی ضرورتوں پر دروازے بند نہ کریں، اگر تم نے ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو تمہیں سزا ملے گی، پھر ان کو رخصت کرنے کیلئے تھوڑی دور تک ساتھ جاتے۔ حضرت عمرؓ کے مذکورہ طرز حکومت سے جہاں یہ بات واضح ہوئی کہ آپؓ نے کیسے سادگی پرمبنی حکومت کی وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ حکومت الہیہ کے سربراہان، عہدیداران اور ملازمین کی ذاتی زندگی کیسے ہونی چاہیے۔ لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ آج کی جمہوری و بادشاہی حکومتوں کے سربراہان، عہدیداران اور ملازمین کی زندگیوں میں سادگی کا یہ تصور محال ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ جمہوری و بادشاہی حکومتوں کے سربراہان، عہدیداران اور ملازمین کے پیش نظر اپنا ذاتی فائدہ ہوتا ہے جب کہ حکومت الہیہ کے سربراہان، عہدیداران اور ملازمین کے پیش نظر انسانی فائدہ ہوتا ہے اور اسی مقصد کے حصول میں وہ اپنی ذاتی بڑائی اور ذاتی فائدے کو بھلا دیتے ہیں۔ ☆

بقیہ لیل و نہار

یہ خبر دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ کلیۃ البنات کی ایک معزز اور قدیم معلمہ محترمہ عظیم خانم صاحبہ کا ۱۵ر نومبر ۲۰۰۶ء کو گورکھپور میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۶ر نومبر کو بعد نماز ظہر علی پور، اعظم گڑھ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے جنازے میں اساتذہ کرام کے علاوہ طلبہ کی ایک بڑی تعداد بھی شریک ہوئی۔ مرحومہ نے کلیۃ البنات میں ۲۳ سال تدریسی فرائض انجام دیے ہیں۔ آپ کا طریقہ تدریس انفرادی تھا۔ تعلیم و تربیت کے اصول سے آپ بخوبی واقف تھیں۔ کبھی کسی طالبہ سے آپ کی تدریس کے متعلق کوئی شکایت نہیں سنی گئی۔ ۱۹ر نومبر کو کلیۃ البنات میں ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا۔ محترمہ ہیڈ معلمہ صاحبہ اور محترمہ آسیہ صاحبہ نے انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور مرحومہ کی اہم صفات پر روشنی ڈالی۔

آپ مدرسہ کی ان معلمات میں سے تھیں جنہوں نے انتہائی محنت و مشقت اور دلسوزی سے مدرسے کو سنوارا اور اسے بام عروج تک پہنچانے میں اہم رول ادا کیا۔ آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی، سلیقہ شعار اور مخلص تھیں جسکی وجہ سے طالبات کے درمیان بے حد مقبول تھیں۔ جدید تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوجود بھی آپ کو مذہب سے بے حد لگاؤ تھا۔ جسکی دلیل آپ کے دو بیٹوں محمد آصف فلاحی اور محمد عاطف فلاحی کا جامعۃ الفلاح سے وابستہ کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

عورتوں کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ اپنے وفات شدہ شوہر کی چتا پر جل کر مر جائیں، شوہر کی چتا پر جل کر مر جانا بڑی ہی فضیلت اور ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے قدیم کتابوں میں آتا ہے کہ سلو چنا اپنے شوہر میدناتھ کی چتا پر اور ماری اپنے شوہر "پانڈو" کی چتا پر جل کر مر گئی، مہابھارت میں مذکور ہے کہ سری کرشن کی وفات کے بعد آپکی متعدد دیویوں نے آپ کی نعش کے ساتھ اپنے جسم کو زندہ جلا لیا، ستی کی یہ رسم ہندوستان میں قدیم زمانے سے ہی رائج تھی یونانی مورخین نے اس رسم کا تذکرہ اپنی تاریخی کتابوں میں کیا ہے البتہ موجودہ ہندوستانی قوانین اس رسم کی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتے۔ ۱۸۱۱ء میں راجہ رام موہن رائے (جو ایک مشہور ہندو مفکر اور برہمو سماج کے بانی گزرے ہیں) کے بھائی کا انتقال ہوا تو انکی اہلیہ آپکی چتا پر جل کر ستی ہو گئیں۔ اس واقعہ سے راجہ رام کافی متاثر ہوئے اور انھوں نے برطانوی حکومت سے ستی کی اس رسم کو ممنوع قرار دینے کا مطالبہ کیا، آپ کا یہ مطالبہ پورا ہوا، ۱۸۲۹ء میں لارڈ ولیم وینٹک کے عہد میں ستی کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا جس کے نتیجے میں ہندوستان میں بیوہ عورتوں کی تعداد بڑھتی گئی چنانچہ انیسویں صدی کی ایک مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں پانچ سال سے بھی کم عمر کی بیوہ عورتوں کی تعداد ۱۳۸۷۷ تھی اور دس سال سے کم عمر والی بیوہ عورتوں کی تعداد ۶۴۴۳۰ تھی اور اسی پر بقیہ عمر والی بیوہ عورتوں کو قیاس کر لیجیے، زندہ رہ جانے والی عورتیں انتہائی دشوار گزار زندگی گزارتیں، منو کہتے ہیں:- "بیوہ عورتوں پر واجب ہے کہ وہ سبزیوں پر گزارہ کریں اور اپنے جسم کو کمزور بنائیں اور دوسری شادی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں"۔ (باب ۵/۱۵۷)

وہ کنواری لڑکی جس کے شوہر کا دخول سے پہلے انتقال ہو گیا ہو اسکے لیے بھی دوسری شادی حرام ہے اور خصوصاً اس وقت جب اس کا تعلق برہمن چھتری یا ویش طبقہ سے ہو، البتہ آدمی کے لیے بیوی کے انتقال کر جانے کی صورت میں دوسری شادی جائز ہے۔ (منو اسمرتی) آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی آدمی کے لیے بھی دوسری شادی ناجائز سمجھتے تھے۔ (ستیارتھ پرکاش ۴/۱۲۷)

## قریبی شادی کی حرمت

منو کہتے ہیں: اس عورت سے شادی کی جائے گی جس کا سلسلہ نسب مرد سے ماں اور باپ دونوں جہتوں سے سات پشتوں تک نہ ملا ہو (باب ۳/۵) دیانند سرسوتی قریب کی شادی کی حرمت



کے اسرار و رموز سے پردہ یوں اٹھاتے ہیں: یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ جیسی محبت غائب چیز سے ہوتی ہے ویسی حاضر یعنی آنکھوں کے سامنے موجود اشیاء سے نہیں ہوتی جیسے کسی نے مصری کی تعریف سنی مگر کھائی نہ ہو تو اس کا دل مصری کھانے کا خواہاں رہتا ہے ایسے ہی ہر ایک غائب چیز کی تعریف سن کر اسکے حاصل کرنے میں نزدیک رشتہ کی ناکتھائی ہونا چاہیے نزدیک اور دور کی شادی کے نفع و نقصان مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بچے بچپن سے نزدیک رہتے ہیں اور ایکدوسرے کے ساتھ کھیلتے اور محبت و پیار کرتے رہتے ہیں وہ ایک دوسرے کی نیک و بد عادات اور بچپن کی لغزشوں اور غلط کاریوں سے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں اور تو اور انہوں نے ایکدوسرے کو برہنہ تن تک دیکھا ہوتا ہے شادی ہونے پر ان میں محبت کا ہرگز امکان نہیں۔

(۲) جیسے پانی میں پانی کی آمیزش سے کوئی نئی صفت پیدا نہیں ہوتی اسطرح باپ کے گوت اور ماں کے خاندان کے اندر شادی ہو جانے کی حالت میں تخم کا تغیر نہیں ہوتا اور نسل کی ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔

(۳) جیسے دودھ میں مصری یا سونٹھ وغیرہ ادویہ کی آمیزش سے عمدہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح مختلف گوتوں یعنی ماں باپ دونوں طرف کے مختلف حسب و نسب کے مرد و عورت میں باہم مناکحت ہونا فضیلت کا باعث ہے۔

(۴) جیسے ایک مقام کا مریض دوسرے مقام کی آب و ہوا اور خوراک کی تبدیلی سے تندرست ہو جاتا ہے ویسے ہی دور کی شادی ہونے میں صحت اور فضیلت رہتی ہے، (۵) نزدیک رشتہ ہونے کی حالت میں لڑکی کے رنج و راحت کا علم اسکے رشتہ دار کو ہو جانے اور اس سے باہمی اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہے جو دور کے رشتے کی صورت میں نہیں۔

(۶) رشتے دور دور ہوں تو دور دور کے مقامات کی اشیاء اور خبریں آسانی سے آتی جاتی رہتی ہیں نزدیک کے رشتوں میں یہ صورت نہیں ہوتی۔

(۷) شادی نزدیک ہونے کی صورت میں لڑکی کے والدین کے گھر میں عسرت آ جانے کا بھی امکان ہے کیونکہ جب جب لڑکی ماں باپ کے گھر جائے گی تب تب اسے کچھ دینا ہی ہوگا۔

(۸) رشتہ قریب ہونے کی حالت میں دونوں کو اپنے اپنے خاندان کی امداد کا زعم ہوتا ہے

پس جب ذرا بھی آپس میں ناچاقی ہوتی ہے لڑکی فوراً اپنے میکے چلی جاتی ہے۔ طرفین ایکدوسرے کی مذمت میں پیش پیش ہوتے ہیں اور مخالفت بڑھ جاتی ہے ان اور اس قسم کی دیگر وجوہات سے باپ کے گوت اور ماں کی چھ پشتوں میں اور نزدیک کے مقامات پر شادی کر ناموزوں ہے۔"ستیارتھ پرکاش باب چہارم،۷۵۔۷۶"

## کم عمری کی شادی

وہ لڑکی جس کے والد یا بھائی نے دس سال کی عمر میں شادی نہ کرائی تو اس کے تمام اولیاء جہنم میں داخل ہوں گے۔(پراشری قسم لاکھو۷/۶)

منو بلوغت کے بعد (جو ہندوستان میں دس سال سمجھی جاتی ہے) تین سال اور گزرنے کی شرط لگاتے ہیں اور اسکے بعد ہی شادی کی اجازت دیتے ہیں۔(۹ی/۱۰۱)

## متعہ کی اجازت

دیانند سرسوتی بیوہ عورتوں کے لیے متعہ کے جواز اور دوسری شادی کی حرمت کے قائل ہیں، متعہ کو ہندو دھرم میں "نیوگ" کہا جاتا ہے، رگ وید میں ہے: اے بیوہ عورت تو اس متوفی خاوند کے غم میں پڑی ہے (اب اسکی امید چھوڑ کر) زندہ انسانوں کی دنیا میں آ اور یہ بات ذہن نشین کر لے کہ اب تجھ سے اولاد کی پیدائش تیرا ہاتھ پکڑنے والے دوسرے (نیوگ کرنے والے) خاوند کے لیئے یا تیرے لیے ہو سکتی ہے۔"۱۰/۱۸/۸" عورت کے مرنے کے بعد ہی نہیں مرنے سے پہلے بھی اگر وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو کسی بیوہ عورت سے نیوگ کرنا جائز ہے اور ایسے ہی اگر خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تو اپنی بیوی کو کسی مرد سے اولاد کی خواہش کرنے کی ہدایت کرے۔(ستیارتھ پرکاش ۱۱۸/۴)

نیوگ پر اٹھنے والے متعدد اعتراضات کے جوابات دیانند سرسوتی نے تفصیل سے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں دیے ہیں جو کہ تسلی بخش نہیں ہیں۔

## پردہ

ہندو دھرم میں کوئی متعین پردہ نہیں کرتی ہیں مختلف مجلسوں اور محفلوں میں اور خصوصاً شادی بیاہ کے موقعہ پر اور معبودوں کی خدمت میں چڑھاوے پیش کرنے کی صورت میں مرد و زن کا اختلاط



قدیم زمانے سے ہی ہوتا آرہا ہے۔ رام کہتے ہیں: "سنو غم کے موقع پر مجبوریوں میں لڑائیوں میں سوئمبر کے وقت اور قربانیوں میں اور بیاہوں میں عورتوں کا سامنے آجانا اور مرد کی نگاہ اس پر پڑ جانا گناہ نہیں ہے۔(رامائین یدھ کانڈم سارگ ۱۱۴) بتوں کی رضا کے حصول کے لیئے انکے سامنے رقص کرنا بھی عورتوں کے لیے جائز ہے، البتہ قدیم ہندو سماج میں پردے کی بڑی ہی اہمیت تھی چند حوالے ملاحظہ ہوں:

"بن باس کے وقت جب رام چندر جی سیتا کے ساتھ گھر سے نکلے تو لوگوں نے شور مچایا کیا برا وقت ہے کہ وہ سیتا جن کو کبھی آسمانی دیوتا بھی نہ دیکھ پائے تھے آج بازاری لوگ اسے دیکھ رہے ہیں۔(رامائین ایودھیا کانڈم سرگ ۳۳)

"سیتاجی کو پالکی سے اتار کر وبھیشن جب رام چندر کے حضور میں لے چلے تو سیتا بے پردگی کی شرم سے دوہری ہوئی جاتی تھیں گویا اپنے آپ کو اپنے جسم کے اندر چھپائے جاتی تھیں"(یدھ کانڈم سرگ ۱۱۴)

لچھمن کی سب سے بڑی تعریف یہ کی گئی ہے کہ بن باس کے زمانے میں شب و روز سیتاجی کے ساتھ رہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیتاجی کے صرف پاؤں دیکھے ہیں۔

مہابھارت میں دروپدی کی تقریر میں ہے: اے بزرگو! راجاؤں نے مجھے سوئمبر کے موقع پر دیکھا تھا اس سے پہلے مجھے کسی نے نہیں دیکھا تھا اور سورج بھی مجھے نہیں دیکھ پاتا تھا، آج بدقسمتی سے غیر مردوں کے سامنے آنا پڑا اور اجنبی لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی کہ مجھ جیسی پاک دامن خاتون کو لوگوں کے سامنے آنا پڑا۔ ہزار افسوس ہے کہ راجہ ازلی دھرم کھو بیٹھے ہم تو سنتے آئے ہیں کہ قدیم زمانے کے شرفاء کبھی بھی اپنی منکوحہ بیوی کو مجمع میں نہ لے جاتے تھے افسوس کہ اس خاندان کا دھرم جاتا رہا۔(مہابھارت سبھا پرب ادھیائے ۶۹/)

مہابھارت ہی میں ہے کہ شری کرشن کے ماموں کنس راجہ متھرا نے جب کشتی کا دنگل قائم کیا تو مستورات کے لیے جو خاص مکان تماشہ دیکھنے کے لیے بنوائے گئے تھے وہ بلندی پر اڑتے ہوئے راج ہنس جیسے دکھائی دیتے تھے جن میں باریک جالی تماشہ دیکھنے کے لیے لگائی گئی تھی(وشنو پرب ادھیائے ۱۹/)

کلنگ کی علامات بتاتے ہوئے برہم پران میں ہے، "آخری زمانے میں عورتیں

بکھر جائیں گی بے پردہ دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سنواریں گی کسی کی پرواہ نہ کریں گی

" (ادھیائے ۲۴، اشلوک ۳۹)

ہرش چرتیم میں بان نے لکھا ہے کہ جب سے شریف اور خاندانی عورتوں کے منہ پر نقاب کی جالی نہ رہی ان کی شرم وحیا جاتی رہی۔ (ہرش چھواس ۴)

ہندو شاستر میں ہے: پرائی عورت سے متعلق ذکر سننا، ان کا ذکر کرنا، پرائی عورت کے ساتھ کھیلنا، انھیں دیکھنا، پوشیدہ طور پر باتیں کرنا، قصد کرنا، کوشاں ہونا، جسم کو مس کرنا، یہ آٹھ قسم کے زنا ہیں۔

## حالت حیض میں بیوی سے مباشرت کی حرمت

ادیان سماویہ کی طرح ہندو دھرم میں بھی حالت حیض میں مجامعت ممنوع ہے۔ منو کہتے ہیں:

آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی کے ساتھ نہ لیٹے اور نہ ہی اس کے ساتھ مباشرت کرے۔ حالت حیض میں بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے والا جسمانی اور شہوانی لحاظ سے کمزور ہو جاتا ہے۔ نگاہ اور عمر میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ (۴ر۴۰۔۴۱)

بقیہ: ص ۴۳

امیر المومنین دیکھیے ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے اس لیے جب تک کسی ایک کی حکومت مستحکم نہ ہوگی، معاہدہ شکنی ہوتی رہیگی، آپ ہمیں اجازت دیں کہ بادشاہت ختم کر کے پورے ایران کو اسلامی قلمرو میں شامل کرلیں۔ ان شاء اللہ پھر کسی میں جرأت نہ ہوگی کہ اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر سکے، حضرت عمرؓ تھوڑی دیر خاموشی سے غور کرتے رہے پھر بولے احنف نے ہماری آنکھ کھول دی۔

اس کے بعد احنف کے مشورہ اور رائے سے جو کچھ ہوا اس نے تاریخ عالم کے دھارے کا رخ بدل دیا اور غلبہء اسلام کا سورج نصف النہار تک آگیا۔

خدایا اسلام کے سپوتوں میں احنف کی روح جرأت وجہاد پھر پھونک دے تاکہ اسلام کی عزت وسربلندی سے انکی روح شادماں ہو اور جنت کی خوشگوار فضائیں ان کے لیے مزید نشاط افروز ہو جائیں۔



# تعارف وتبصرہ

ابو عبد الرحمان عمار فلاحی

(۱)

نام: مراٹھی نامہ

از: پروفیسر اکبر رحمانی

ضخامت: ۱۷۶ صفحات

قیمت: ۱۲۵ روپے

ناشر: ایجوکیشنل اکاڈمی، اسلام پورہ، جلگاؤں، ۴۲۵۰۰۱، مہاراشٹر

"مراٹھی نامہ" مراٹھی اخبارات میں شائع ہونے والے ان خبروں اور مضامین کے تجزیاتی مطالعوں اور تبصروں پر مشتمل مقالات کا مجموعہ ہے جن میں منفی یا مثبت طور پر مذہب اسلام یا تاریخ اسلام نیز مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، تہذیبی وثقافتی اور ادبی وتعلیمی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ یہ مقالات ۱۹۸۶ تا ۱۹۹۳ء کے دوران بمبئی کے مشہور اخبارات روزنامہ "قومی آواز" و "انقلاب" میں ہفتہ واری کالم "مراٹھی اخبار کی جھلکیاں" کے تحت شائع ہو چکے ہیں۔ اب انھیں افادہ عام کے لئے یکجا کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے مراٹھی پریس کا ذہن اوران کا انداز فکر بہت کھل کر سامنے آجاتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر آپ کے بے لاگ تجزیوں نے ان کے مسموم اثرات کو زائل کرنے کا بے بہا سامان بھی بہم پہنچایا ہے۔ لہذا حالات کے تناظر میں ہر ایک کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے بلکہ موجودہ حالات میں میڈیا کا جو رخ ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف علاقائی زبانوں کے اخبارات کی خبروں اور مضامین تنقیدی وتجزیاتی نظر ڈالنے اور لوگوں کو ان سے آگاہ کرنے کی ضرورت دو چند ہوتی جارہی ہے۔ لہذا کچھ حوصلہ مندوں کو اس میدان میں بھی بالخصوص آگے آنا چاہیے۔

"ہندو دھرم میں گوشت خوری"، "مختون اقوام اور کینسر کا علاج"، "امریکہ میں فضائی کتابوں پر پابندی"، "مہاتما گاندھی راشٹر پتا (بابائے قوم) نہیں ہیں"، "بابری مسجد کا انہدام...... آنکھوں دیکھا حال" انتہائی قابل قدر مضامین ہیں۔ بطور نمونہ میں صرف ایک نقل کر رہا ہوں جس سے

صاف جھلکتا ہے کہ ہندتو کے علمبرداروں کا اصل ذہن کیا ہے؟

"ہندو نہ کہو بھارتی کہو!..........واجپئی

دس بارہ سال پہلے پونا میں منعقدہ آر ایس ایس کی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے آر ایس ایس کے چیف بالا صاحب دیورس نے ہم بھارتیہ ہیں کا نعرہ بلند کیا تھا انھوں نے یہ دلیل دی تھی کہ یہ 'بھرت' کا دیش ہے اس لئے ہندو جو کہ غیر ملکی زبان کا لفظ ہے، کے بجائے 'بھارتیہ' کہنا زیادہ درست ہوگا۔ اس کے بعد سے آر ایس ایس کے ہمنوا اخبارات نے 'ہندوستانی' کی جگہ بھارتیہ کا استعمال وسیع پیمانے پر شروع کر دیا تھا۔

پھر رام جنم بھومی......بابری مسجد کا تنازعہ پیدا ہوا تو وشو ہندو پریشد نے ہندی، ہندو، ہندوستانی کا نعرہ لگایا اس نعرہ نے ایسا زور پکڑا کہ اپنے آپ کو ہندو کہے جانے پر فخر کیا جانے لگا۔ اب جبکہ ایکتا یاترا مرلی منوہر جوشی کی قیادت میں آگے کوچ کرتی چلی جارہی ہے تو بھارتیہ جنتا پارٹی کے ممتاز رہنما اٹل بہاری باجپئی نے پھر یہ نعرہ لگایا ہے کہ اپنے آپ کو ہندو کہنے کے بجائے بھارتیہ کہو مراٹھی اخبار "سکال" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اٹل بہاری باجپئی کو ایسے وقت جب کہ ایکتا یاترا شروع ہے اس قسم کا نعرہ لگانا نہیں چاہئے تھا۔ ایکتا یاترا کے قائد مرلی منوہر جوشی نے اس بیان کی مخالفت کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ صرف ہندوؤں ہی کو نہیں مسلمانوں کو بھی ہندو کہنا چاہئے۔ باجپئی نے اپنے بیان میں لفظ ہندو کو غیر ملکی بتاتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے قومیت کے تصور پیدا ہونے کی راہ میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ دوسرے مراٹھی اخبار "لوکمت" نے لکھا ہے لفظ ہندو مرلی منوہر جوشی کی نظر میں کسی دھرم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک جغرافیائی و ثقافتی اصطلاح ہے جس کا اطلاق بھارت میں رہنے والے تمام لوگوں پر ہوتا ہے اس لحاظ سے مرلی منوہر جوشی مسلمانوں کو بھی ہندو کہتے ہیں۔ باجپئی کا خیال ہے کہ ہندو غیر ملکیوں کا دیا ہوا نام ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے آباد باشندوں کو غیر ملکی ہندو کہہ کر پکارتے تھے لیکن غیر ملکیوں نے مسلمان ہی کہا اس طرح لفظ ہندو سے قومیت کا تصور نہیں ابھرتا بلکہ اس سے مخصوص فرقے کا تصور ہی ابھرتا ہے اس لئے ہندو کہنے کے بجائے 'بھارتی' کہنا زیادہ مناسب ہے۔ سکھوں اور مسلمانوں کو ہندو کہنے کے بجائے انھیں بھارتی کہنا باعث افتخار ہوگا اس سے غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں گی اور ایسا ماحول پیدا ہو سکے گا کہ پھر ہندو اور بھارتی ایک دوسرے کے متبادل الفاظ بن جائیں گے۔ (روزنامہ انقلاب بمبئی ۱۸/۱۰/۹۲) "ص ۳۵"



# جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

## نو واردانِ بساطِ چمن:

بحمد اللہ جامعہ اپنے ارتقائی سفر کی منزلیں تیز گامی سے طے کر رہا ہے چنانچہ ہر سال تعلیمی و تربیتی فرائض و ادائیگی کے نو بہ نو تقاضے سامنے آتے ہیں جنکی تکمیل کے لئے مزید اساتذہ اور اتالیق کی ضرورت در پیش ہوتی ہے اس لئے ہر سال ہی چند آزمودہ کار ارباب علم و آگہی کے ذریعہ بعض گوشہ ہائے چمن کی نئی لالہ بندی ہوتی ہے۔ اس سال جامعہ سے منسلک ہونے والے افراد کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ دفتر نظامت سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق محترمہ سیدہ نسرین صاحبہ کی تقرری انگریزی معلمہ کی حیثیت سے شعبۂ اعلیٰ میں اور محترمہ ریشماں عثمانی صاحبہ کی تقرری انگریزی استاد کی حیثیت سے شعبۂ ثانوی میں ہوئی ہے۔

انکے علاوہ دفتر امتحان میں جناب قمر صاحب فلاحی اور کمپیوٹر سینٹر میں جناب عبد المعید خان صاحب اور ہمہ وقتی نگران کی حیثیت سے جناب عبد المعید قاسمی صاحب اور شعبہ ابتدائی نسواں میں معمر استاد کی حیثیت سے جناب بدر الدین صاحب اور شعبہ ثانوی طلبہ میں ریاضی کے لئے عارضی طور پر ابو طلحہ صاحب نصیر پوری کی تقرریاں عمل میں آئی ہیں۔

ادارہ حیات نو ان تمام حضرات کا خیر مقدم کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام ہی افراد کو اپنی ذمہ داریاں اور فرائض حسن و خوبی ادا کرنے اور جامعہ کی ہمہ جہتی تعمیر و ترقی میں فعال تعاون پیش کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

## کلیۃ البنات میں کمپیوٹر سینٹر کا قیام:

یہ خبر متعلقین جامعہ کے لئے بے حد خوشی کی باعث ہوگی کہ جامعۃ الفلاح کے بعد اب کلیۃ البنات میں بھی شعبۂ کمپیوٹر کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ فی الحال چند محدود سیٹ کام کر رہے ہیں جو طالبات کی تعداد کے لحاظ سے ناکافی ہیں۔ خیر خواہان جامعہ سے اس مد میں خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔ ایک یا ایک سے زائد کمپیوٹر سیٹ کی اپیل ہے۔

## شعبہ اعلیٰ کلیۃ البنات میں فرنیچر :

شعبہ اعلیٰ طلبہ کے بعد اب شعبہ اعلیٰ طالبات کے تمام درجوں میں بھی فرنیچر کا نظم ہو گیا ہے۔ اس مد میں انجمن طلبہ قدیم بھیونڈی یونٹ نے ایک لاکھ کی خطیر رقم جامعہ کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ بہی خواہاں کو بھی اس مد میں دل کھول کر حصہ لینے کی توفیق بخشے تاکہ شعبہ ابتدائی اور ثانوی میں بھی فرنیچر کا نظم ہو سکے۔

## انٹر کام کا کام مکمل :

الحمد للہ دہلی یونٹ کے تعاون سے جامعہ میں انٹر کام کا کام مکمل ہو گیا ہے جس سے جملہ شعبہ جات سے ربط واتصال میں بڑی سہولت ہو گئی ہے۔ فی الحال چالیس کنکشن مصروف عمل ہیں۔

## جامعہ سے گرفتار شدہ طلبہ ضمانت پر رہا :

یہ خبر جملہ ہمدردان ملت کے لئے بے حد روح افزا ہو گی کہ جامعہ سے جن تین طلبہ کو گرفتار کیا گیا تھا وہ ۲۱/ ۳/ ۲۰۰۲ء کو ضمانت پر رہا ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے اس قید و حبس کو انکے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے۔ اور ملت کو فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔

## کلیۃ البنات کے بڑے درجات میں ساؤنڈ سسٹم :

فضیلت کے درجات میں طالبات کی تعداد کافی زیادہ ہونے کی وجہ سے درجے کے آخری کنارے تک اساتذہ کی آواز بڑی مشکل سے پہونچ پاتی تھی۔ اس دقت کو دور کرنے کے لئے بڑے درجات میں ساؤنڈ سسٹم لگا دیا گیا ہے۔ جس سے تدریس میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی۔

## جمعیۃ الطلبہ کا نیا انتخاب :

حسب معمول جمعیۃ الطلبہ کا نیا انتخاب ۱۷ اور ۱۸ فروری ۲۰۰۲ء کو عمل میں آیا اور درج ذیل ذمہ داران منتخب ہوئے۔

| | |
|---|---|
| سکریٹری : | جناب محمد رضوان عالم صاحب |
| لائبریرین : | جناب اقبال احمد صاحب |
| معتمد تحریر : | جناب ریاض الجمال صاحب |



| | |
|---|---|
| معتمد اخبارات ورسائل : | جناب محمد شریف صاحب |
| گیم ماسٹر : | جناب فیروز حبیب صاحب |

اللہ تعالیٰ انھیں اپنی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی ادا کرنے اور اپنے پلیٹ فارم سے طلبہ کی جملہ خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اسی طرح جمعیۃ الطالبات کے ذمہ داروں کا بھی انتخاب ہو گیا ہے۔

## کلیۃ البنات کے دو اہم تعمیراتی منصوبے :

فی الحال کلیۃ البنات میں تعمیرات سے متعلق دو منصوبوں کی تکمیل بے حد ضروری ہے۔

۱ : وسیع حال : وقتاً فوقتاً مختلف ضروریات کے تحت تمام طالبات کو یکجا کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، چھوٹے بڑے تو سیعی خطبات اور مختلف دعوتی وثقافتی پروگرام کرنے ہوتے ہیں ایسی عمارت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو مطالعہ وغیرہ کے لئے ریڈنگ روم یا کامن روم کے طور استعمال ہو سکے۔ علاوہ ازیں نماز باجماعت کے اہتمام کے لئے بھی وسیع ہال کی ضرورت ہے، ان گوناگوں مقاصد کے لئے ایک وسیع ہال کی تعمیر کا منصوبہ ہے، یہ ہال موجود عمارتوں کے بالائی منزل پر بھی تعمیر کیا جا سکتا ہے اور کلیۃ البنات کی موجودہ خالی آراضی پر بھی تعمیر ہو سکتی ہے بہر حال ہر صورت میں ایک خطیر رقم کی ضرورت ہے۔

۲ : احاطہ بندی **Boundry Wall** :

کلیۃ البنات میں دوسرا اہم درجہ ضروری کام یہ ہے کہ موجودہ دار الاقامہ اور درس گاہ جو ایک وسیع خطہ آراضی کو محیط ہے اس کی احاطہ بندی کر دی جائے، چہار دیواری نہ ہونے سے طالبات کو کئی طرح کی مشکلات اور تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مثلاً باؤنڈری نہ ہونے کی وجہ سے طالبات کی سیر و تفریح، کھیل اور ورزش کا نظم نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ہوسٹل اور تعلیم گاہ کے درمیان بے پردگی کی وجہ سے لائبریری سے استفادہ کا معقول نظم نہیں ہو پارہا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ طالبات کی حفاظت و نگرانی جیسے حساس معاملہ میں مختلف نوعیت کی پیچیدگیاں آتی رہتی ہیں۔

## جناب ماسٹر منور علی صاحب نگراں اعلیٰ :

جناب ماسٹر سید عبد اللہ صاحب کے استعفاء کے بعد جناب ماسٹر منور علی صاحب

نگراں منتخب کیے گئے ہیں۔ موصوف کا تعلق ایک عرصہ تک فوج سے رہا ہے اس لئے امید کی جاتی ہے کہ نظم و نسق اور ڈسپلن میں مزید بہتری آئے گی۔ انکے معاون مولانا عبد العظیم صاحب فلاحی بنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فرائض حسن و خوبی انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

## ششماہی امتحان اور تعطیل:

دفتر اہتمام سے موصول شدہ خبر کے مطابق ششماہی امتحان کا آغاز اوائل مئی سے ہوگا۔ آخری پرچہ ۱۶ مئی بروز جمعرات کو ہوگا۔ تعطیل گرما کا آغاز ۱۸ مئی سے اور اختتام ۱۳ جون کو ہوگا۔ مدرسہ انشاء اللہ ۱۵ جون کو کھلے گا۔

## استاذ جامعہ مولانا شعیب احمد صاحب ندوی کی سفر حج سے واپسی:

استاذ جامعہ جناب مولانا شعیب احمد صاحب ندوی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ مناسک حج کی ادائگی کے بعد خیر و عافیت جامعہ واپس آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے حج کو شرف قبولیت سے نوازے، ان شاء اللہ آپکے مشاہدات و تاثرات اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین کیے جائیں گے۔

## اظہار تعزیت:

یہ خبر جملہ فلاحی برادران کے لئے سوہان قلب و روح ہوگی کہ انجمن طلبہ قدیم کے نائب صدر جناب مولانا جاوید اشرف صاحب فلاحی مدنی اور جناب مولانا مظہر صاحب فلاحی کی والدہ محترمہ ۱۰ر مارچ ۲۰۰۲ء بروز اتوار اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوفہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور اذکار و اوراد کی خوگر تھیں اور اپنے بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت پر ہمیشہ نگاہ رکھتی تھیں۔

یہ خبر بھی فلاحی حلقہ میں بڑے ہی رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترمہ فردوس صاحبہ معلمہ ثانوی اور محترمہ سروری صاحبہ معلمہ شعبہ ابتدائی کے والد محترم جناب امجد شیخ صاحب ۲۷ر ۲ر ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کافی ملنسار تھے جامعہ سے آپ کو گہرا اور قلبی لگاؤ تھا۔ بقیہ ص ۳۴ پر



# رودادِ انجمن

## قطر یونٹ:

حسب روایت میقات رواں کے لئے قطر یونٹ کا نیا انتخاب ۱۳ ستمبر ۲۰۰۱ء کو عمل میں آیا۔ جناب قاری محمد عرفان شمسی صاحب بالاتفاق اس میقات کے لئے بھی صدر منتخب کئے گئے۔ اور کثرت رائے سے جناب افضال احسن صاحب فلاحی سکریٹری منتخب ہوئے۔ انکے معاون جناب فیاض احمد صاحب فلاحی بنائے گئے۔ اور خازن کے لئے کثرت رائے سے جناب عبد العزیز صاحب فلاحی کا انتخاب عمل میں آیا۔

اللہ تعالیٰ جملہ ذمہ داران کو اپنی اپنی ذمہ داریاں حسن و خوبی انجام دینے اور جامعہ کی ہمہ جہتی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لینے کی توفیق بخشے۔

## ممبئی یونٹ:

۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو ممبئی یونٹ کی ایک نشست منعقد ہوئی جسمیں شوریٰ انجمن طلبہ قدیم کے رکن جناب مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی اور جناب مولانا اظہار احمد صاحب فلاحی نے بھی شرکت فرمائی۔ جامعہ اور انجمن کے بعض اہم امور و مسائل زیر بحث آئے اور یونٹ نے مختلف مدوں میں جامعہ کی اعانت فرمائی۔ صدر انجمن ممبئی یونٹ خالد مخدومی صاحب نے کلیۃ البنات کے شعبہ فضیلت میں ساؤنڈ سسٹم کے لئے دس ہزار کی رقم فراہم کی جامعہ کی قربانی اسکیم کے تحت ۱۲ فلاحیوں نے ۱۲ بکروں کی قربانی کا نظم فرمایا۔ جناب حافظ ابوہم صاحب نے مسجد کے لئے بیس چٹائیاں فراہم کیں جو جامعہ آچکی ہیں اور ہال کے لئے فرش کی فراہمی کی ذمہ داری بھی انھوں نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

بھیونڈی میں مقیم فلاحی برادران نے ۲ر فروری ۲۰۰۲ء کو معاون مہتمم جناب مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی کے ساتھ جامعہ کے ساتھ تعاون کے موضوع پر گفتگو کی اور فرنیچر کی مد میں انھوں نے ایک لاکھ روپیے فراہم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جامعہ کے لئے

مستقل ذریعہ آمدنی کے بطور کچھ کام کرنے کا بھی انہوں ارادہ ظاہر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس نیک مقصد میں کامیابی سے ہمکنار کرے۔

## مجلسِ شوریٰ انجمن طالباتِ قدیم کی نشست :

مجلسِ شوریٰ انجمن طالباتِ قدیم کی ایک نشست : ۳۱/۱۲/۲۰۰۲ء کو منعقد ہوئی جسمیں درج ذیل امور طے پائے۔

۱: کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح کے شعبہ جات میں غیر مستطیع طالبات کو سال گذشتہ کی طرح امسال بھی کتب اور یونیفارم کی سہولیات فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ اپنے تعلیمی سلسلے کو قائم رکھ سکیں۔ انکے لئے (۵۰۰۰/-) پانچ ہزار روپے کا بجٹ منظور ہوا ہے۔

۲: طالبات کی صلاحیتوں کو نشو نما دینے، انہیں مفید بنانے اور انکے اندر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا رجحان اور مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو ۱۹۹۹ء سے انعام دیا جائے اور آئندہ سال بہ سال دیا جائے، انکے لئے (۳۰۰۰/-) تین ہزار روپے کا بجٹ منظور ہوا ہے۔ ابھی اس تجویز پر عمل درآمد نہیں ہو سکا ہے لیکن ان شاء اللہ جلد ہی متوقع ہے۔

۳: فیصد حاضری پر آئندہ سال انعام دینے کی کوشش کی جائے گی۔

الحمد للہ یونیفارم اور کتب کی تقسیم کا کام بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا اور طالبات کی ایک بڑی تعداد کو کتب اور یونیفارم کی سہولیات فراہم کی گئیں۔ غیر مستطیع طالبات کی تعداد کی زیادتی کے سبب منظور شدہ بجٹ سے (۸۰۰/-) روپئے زائد خرچ ہوئے۔

(شبانہ خورشید)